بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

بدر

30 MA 06

رجسٹرڈ نمبر ایل ۲۸۸

سلسلہ الجدید جلد ۲ — نمبر ۱۳

سلسلہ القدیم جلد ۵ — نمبر ۱۳

۴ صفر ۱۳۲۴ھ علی صاحبہا التحیۃ والسلام مطابق ۲۹ مارچ ۱۹۰۶ء

بروز جمعرات

ایڈیٹر محمد صادق عفی اللہ عنہ

چہ گویم باتو کز آئی چہ ادر قادیان بینی	دوا بینی شفا بینی غرض دار الامان بینی	ای جہاں منتظر خوش باش کامد مستان	آں مسیح وعدہ با فخر مہدی آخر زمان

خدا کی تازہ وحی

۱۶ مارچ ۱۹۰۶ء — مقام او مبین از راہ تحقیر
بدورانش رسولاں ناز کردند

۲۴ مارچ ۱۹۰۶ء — ۱۔ رفیقوں کو کہدیں کہ عجائب در عجائب کام دکھانے کا وقت آگیا ہے۔

۲۔ قَالَ رَبُّکَ إِنَّہٗ نَازِلٌ مِنَ السَّمَاءِ مَا یُرْضِیکَ

ترجمہ۔ کہا تیرے ربّ نے کہ تحقیق وہ آسمان سے وہ چیز اتارنے والا ہے جو تجھے خوش کرے گی

۲۶ مارچ ۱۹۰۶ء۔ فرمایا۔ آج زلزلہ کے وقت کے لئے توجہ کی گئی تھی۔ کہ کب آویگا۔ اسی توجہ کی حالت میں زلزلہ کی صورت آنکھوں کے آگے آگئی اور یہ الہام ہوا۔

رَبِّ اَخِّرْ وَقْتَ ھٰذَا

یعنی اے میرے خدا یہ زلزلہ جو نظر کے سامنے ہے اس کا وقت کچھ پیچھے ڈال دے۔ قاعدہ نحو کے مطابق ھٰذا کی جگہ ھٰذہ چاہیئے تھا۔ مگر اس جگہ ھٰذا سے مراد ھٰذا العذاب ہے۔ کیونکہ اصل غرض تو عذاب سے ہے ورنہ زلزلے تو پہلے ہی آچکے ہیں۔ پھر بعد اس کے ساتھ ہی یہ الہام ہوا۔

"رَبِّ سَلِّطْنِی عَلَی النَّارِ"

یعنی اے میرے خدا مجھے آگ پر مسلط کردے یعنی ایسا کر کہ عذاب کی آگ میرے حکم میں ہو جاوے جس کو میں عذاب دینا چاہوں وہ عذاب میں گرفتار ہو اور جس کو میں چھوڑنا چاہوں وہ عذاب سے محفوظ رہے فقط۔

چشمہ مسیحی

کے طیار ہونے سے پہلے حضور مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا تھا۔ کہ بعد چھپنے کے یہ اخبار میں درج ہو جائے چونکہ عیسائی پادریوں کے عام شر سے مسلمانوں کو بچانے کے واسطے اس مضمون کی کثرت اشاعت ضروری ہے اور کتاب کی صورت میں یہ مضمون بہت تھوڑی تعداد میں چھپا ہے اور کتاب کی یکدفعہ ایسی اشاعت ہو بھی نہیں سکتی جیسی کہ اخبار کی ہو جاتی ہے اور اخبار اکثر مخالف وموافق سب تک پہنچ جاتا ہے اس واسطے ضروری سمجھا گیا کہ حضرت سے اجازت حاصل کر کے اس مضمون کو اخبار میں درج کر دیا جائے اور چونکہ ایسے ضروری اور مفید مضمون کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے چھاپنے میں بعید اللطف سلسلہ مضمون کا نہیں رہتا اس واسطے ایک ہی پورا اخبار اس مضمون کے واسطے وقف کیا گیا احباب کو چاہیئے کہ اپنے شہر کے دیگر مسلمانوں اور عیسائیوں کو یہ اخبار ضرور ملاحظہ کرائیں۔

معذرت معزز نامہ نگاروں کے چند مفید اور ضروری مضامین ہمارے پاس آئے ہوئے ہیں مگر بسبب کمی گنجائش درج اخبار نہیں ہو سکے۔

اشعار حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام

در بارۂ پیشگوئی زلزلہ

دوستو جاگو کہ اب پھر زلزلہ آنے کو ہے
وہ جو ماہ فروری میں تم نے دیکھا زلزلہ
تم نے سمجھا پانی ہے یا رو یہ کچھ کرو اس کا علاج
کیوں نہیں تم چھوڑتے تقوی کی راہ ہو گئی
کس نے مانا مجھکو ڈر کر کس نے چھوڑا بغض و کیں
کافر و دجال ہو نا اس ہی سب نے کہا
جسکو دیکھو بد گمانی میں ہی حد سے بڑھ گیا
چھوڑتے ہیں دیں کو اور دنیا سے کرتے ہیں پیار
ہاتھ سے جاتا ہے دل دیکھ کر یہ مصیبت دیکھ کر
اس اب غیرت خدا کی کچھ تمہیں دکھلائیگی
موت کی رہ ملیگی اب تو دیں کچھ مدد
یا تو اک عالم تھا قربان سب پہ یا [illegible]

پھر خدا قدرت کو اپنی جلد دکھلانے کو ہے
تم یقیں سمجھو کہ وہ اک نیر چمکانے کو ہے
آسمان اے غافلو اب آگ برسانے کو ہے
کب مسلمان ہی مسلماں کو سرکش کہلانے کو ہے
زندگی اپنی ان کی گالیاں کھانے کو ہے
کون ہے صدق اور اخلاص سے لانے کو ہے
گر کوئی پوچھے تو سو سو عیب بتلانے کو ہے
سو کہیں وعظ و نصیحت کون سمجھانے کو ہے
پر خدا کا ہاتھ اب اس دل کو ٹھہرانے کو ہے
ہر طرف تیغ جفا ہاتھ پھیلانے کو ہے
ورنہ دین اے دوستو اک دن مر جانے کو ہے
یک عید العید ہی اس دین کو جھٹلانے کو ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

چشمہ مسیحی*

وہ کتاب جس کا میں نے عنوان میں چشمہ مسیحی نام رکھا ہے درحقیقت وہ یہی کتاب ہے جس کو ہم ذیل میں لکھیں گے ہمیں کچھ ضرور نہ تھا کہ حضرات پادری صاحبوں کے عقاید کی نسبت کچھ تحریر کرتے کیونکہ ان دنوں میں ان کے اکابر یورپ اور امریکہ کے محققوں نے وہ کام خود اپنے ہاتھ میں لے لیا ہے جو ہمیں کرنا چاہیئے تھا۔ اور وہ لوگ اس خدمت کو بہت خوبی سے ادا کر رہے ہیں کہ عیسائی مذہب کیا چیز ہے اور اس کی اصلیت کیا ہے۔ مگر ان دنوں میں ایک ناواقف مسلمان کا بانس بریلی سے مجھ کو خط پہنچا ہے اور وہ اپنے خط میں کتاب ینابیع الاسلام کی نسبت جو ایک عیسائی کی کتاب ہے ایک خوفناک ضرر کا اظہار کرتے ہیں افسوس کہ اکثر مسلمان اپنی غفلت کی وجہ سے ہماری کتابوں کو نہیں دیکھتے اور وہ برکات جو خدا تعالیٰ نے ہم پر نازل کئے یہ لوگ بالکل ان سے بے خبر ہیں۔ اور نادان مولویوں نے ہمیں کافر کافر کہنے سے ہم میں اور عام مسلمانوں میں ایک دیوار کھینچ دی ہے۔ ان لوگوں کو معلوم نہیں کہ اب وہ زمانہ جاتا رہا کہ جس میں عیسائیت کے مکر و فریب کچھ کام کرتے تھے۔ اور اب چھٹا ہزار آدم کی پیدائش سے آخر پر ہے۔ جس میں خدا کے سلسلہ کو فتح ہو گی اور روشنی اور تاریکی میں یہ آخری جنگ† ہے۔ جس میں روشنی مظفر اور منصور ہو جائے گی۔ اور تاریکی کا خاتمہ ہے اور کچھ ضرور نہ تھا کہ پادری صاحبوں کے ان بوسیدہ خیالات پر کچھ لکھا جاتا۔ لیکن ایک شخص کے اصرار سے جن کا ذکر اوپر کیا گیا ہے۔ یہ مختصر رسالہ لکھنا پڑا۔ خدا تعالیٰ اس میں برکت ڈالے۔ اور لوگوں کی ہدایت کا موجب کرے۔ آمین

اور یاد رہے کہ ہم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عزت کرتے ہیں اور ان کو خدا تعالیٰ کا نبی سمجھتے ہیں‡ اور ہم ان یہودیوں کے ان اعتراضات کے مخالف ہیں جو آج کل شائع ہوئے ہیں مگر ہمیں یہ دکھلانا منظور ہے کہ جس طرح یہود محض تعصب سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی انجیل پر حملے کرتے ہیں اسی رنگ کے حملے عیسائی قرآن شریف اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کرتے ہیں عیسائیوں کو مناسب نہ تھا کہ اس بدطریق میں یہودیوں کی پیروی کرتے لیکن یہ قاعدہ ہے کہ جب انسان سچائی اور انصاف کے رو سے کسی مذہب پر حملہ نہیں کر سکتا تو بعض ایسے لوگ ہوتے ہیں کہ ناحق کی تہمتوں کے ذریعہ سے حملہ کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ سو اسی قسم کے صاحب ینابیع الاسلام کے حملے ہیں۔ دنیا کی محبت سے یہ خراب عادتیں پیدا ہوتی ہیں ورنہ اس زمانہ میں آسمانی دین اور آسمانی مذہب صرف اسلام ہی ہے۔ جس کی برکات تازہ بتازہ موجود ہیں اور یہ اسلام کے پاک چشمہ کی ہی برکت ہے کہ وہ زندہ خدا تعالیٰ تک پہنچاتا ہے ورنہ وہ مصنوعی خدا جو سری نگر (محلہ خان یار) کشمیر میں مدفون ہے وہ کسی کی دستگیری نہیں کر سکتا۔

اب ہم بریلی کے صاحب راقم کی طرف متوجہ ہو کر اپنی مختصر رسالہ کو تحریر کرتے ہیں۔ واللّٰہ الموفق

الراقم

میرزا غلام احمد مسیح موعودؑ قادیانی۔ یکم مارچ ۱۹۰۶ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم وبقیتہ العظیم

السلام علیکم۔ بعد ہذا واضح ہو کہ میں نے آپ کا خط بڑے افسوس سے پڑھا جس کو آپ نے ایک عیسائی کی کتاب ینابیع الاسلام نام کی پڑھنے کے بعد لکھا۔ مجھے تعجب ہے کہ وہ قوم جن کا خدا مُردہ جن کا مذہب مُردہ جن کی کتاب مُردہ اور جو روحانی آنکھ کے نہ ہونے سے خود مُردے ہیں ان کی دروغ اور پُر افترا باتوں سے اسلام کی نسبت آپ تردد میں پڑ گئے انا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔ آپ کو یاد رہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے صرف خدا کی کتابوں کی تحریف نہیں کی بلکہ اپنے مذہب کو ترقی دینے کے لئے افترا اور مفتریانہ تحریروں میں ہر ایک قوم سے سبقت لے گئے ہیں کیونکہ ان لوگوں کے پاس وہ نور نہیں جو سچائی کی تائید میں آسمان سے اترتا اور سچے مذہب کو اپنی متواتر شہادتوں سے دنیا میں ایک صریح امتیاز بخشتا ہے اس لئے یہ لوگ ان باتوں کے لئے مجبور ہوئے کہ لوگوں کو ایک زندہ مذہب یعنی اسلام سے بیزار کرنے کے لئے طرح طرح کے افتراؤں اور مکروں اور فریبوں اور دھوکہ دہی اور محض جعلی اور بناوٹی باتوں سے کام لیا جاوے۔ اے عزیز! یہ لوگ سیاہ دل لوگ ہیں جن کو خدا کا خوف نہیں اور جن کے منصوبے دن رات اسی کوشش میں ہیں کہ کسی طرح لوگ تاریکی سے پیار کریں اور روشنی کو چھوڑ دیں۔ میں سخت تعجب میں ہوں کہ آپ ایسے شخص کی تحریروں سے کیوں متاثر ہوئے۔ یہ لوگ ان ساحروں سے بڑھ کر ہیں جنہوں نے موسیٰؑ نبی کے سامنے رسیوں کے سانپ بنا کر دکھا دئے تھے۔ مگر چونکہ موسیٰؑ خدا کا نبی تھا اس لئے اس کا عصا ان تمام سانپوں کو نگل گیا۔ اسی طرح قرآن شریف خدا تعالیٰ کا عصا ہے وہ دن بدن رسیوں کے سانپوں کو نگل جاتا ہے اور وہ دن آتا ہے بلکہ نزدیک ہے کہ ان رسیوں کے سانپوں کا نام و نشان نہیں رہے گا۔

صاحب ینابیع الاسلام نے اگر یہ کوشش کی ہے کہ قرآن شریف فلاں فلاں قصوں یا کتابوں سے بنایا گیا ہے یہ کوشش اس کی اس کوشش کے دسویں حصہ پر بھی نہیں جو ایک فاضل یہودی نے انجیل کی اصلیت دریافت کرنے کے لئے کی ہے۔ اس فاضل نے اپنے خیال میں اس بات کو ثابت کر دیا ہے۔ کہ انجیل کی اخلاقی تعلیم یہودیوں کی کتاب طالمود اور بعض اور چند بنی اسرائیل کی کتابوں سے لی گئی ہے اور یہ چوری اس قدر صریح طور پر عمل میں آئی ہے کہ عبارتوں کی عبارتیں بعینہ نقل کر دی گئی ہیں اور اس فاضل نے دکھلا دیا ہے کہ درحقیقت انجیل مجموعہ مال مسروقہ ہے درحقیقت اس نے حد کر دی اور خاص کر ساری تعلیم کو جس پر عیسائیوں کا بہت کچھ ناز ہے طالمود سے اخذ کرنا لفظ بلفظ ثابت کر دیا ہے اور دکھلا دیا ہے کہ یہ طالمود کی عبارتیں اور فقرے ہیں اور ایسا ہی دوسری کتابوں سے وہ مسروقہ عبارتیں نقل کر کے لوگوں کو حیرت میں ڈال دیا ہے چنانچہ خود یورپ کے محقق بھی اس طرف دلچسپی سے متوجہ ہو گئے ہیں اور ان دنوں میں ایک ہندو کا رسالہ دیکھا ہے جس نے یہ کوشش کی ہے کہ انجیل بدھ کی تعلیم کا سرقہ ہے اور بدھ کی اخلاقی تعلیم کو پیش کر کے اس کا ثبوت دینا چاہا ہے اور عجیب تر یہ کہ بدھ لوگوں میں وہی قصہ شیطان کا مشہور ہے جو اس کو آزمانے کے لئے کئی جگہ لئے پھرا۔ پس ہر ایک کو یہ خیال دل میں لانے کا حق ہے کہ تھوڑے سے تغیر سے وہی قصہ انجیل میں بھی بطور سرقہ داخل کر دیا گیا ہے۔ یہ بات بھی ثابت شدہ ہے کہ ضرور حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہندوستان میں آئے تھے اور حضرت عیسیٰؑ کی قبر سری نگر کشمیر میں موجود ہے جس کو ہم نے دلائل سے ثابت کیا ہے۔ اس صورت میں ایسے معترضین کو اور بھی حق پیدا ہوتا ہے کہ وہ ایسا خیال کریں کہ اناجیل موجودہ درحقیقت بدھ مذہب کا ایک خاکہ ہے یہ شہادتیں اس قدر گذر چکی ہیں کہ اب مخفی نہیں ہو سکتیں۔ اور ایک اور امر تعجب انگیز ہے کہ یوز آسف کی قدیم کتاب (جس کی نسبت اکثر محقق انگریزوں کے بھی یہ خیالات ہیں کہ وہ حضرت عیسیٰؑ کی پیدائش سے بھی پہلے شائع ہو چکی ہے) اس کے

---

* اس نام کے یہ معنے نہیں ہیں کہ مسیحؑ کا یہ چشمہ ہے کیونکہ مسیح کی تعلیم جو دنیا سے گم ہو گئی وہ موجودہ عقاید نہیں سکھلاتی تھی بلکہ یہ مسیحی لوگوں کی خود ایجاد تعلیم ہے اس لئے اس کا نام چشمہ مسیحی رکھا گیا۔ منہ

† اس جنگ کے لفظ سے یہ نہیں سمجھنا چاہیئے کہ تلوار یا بندوق سے یہ جنگ ہو گا وجہ یہ کہ اب اس قسم کے جہاد خدا تعالیٰ نے منع کر دیئے ہیں کیونکہ ضرور تھا کہ مسیح موعودؑ کے وقت میں اس قسم کے جہاد منع کئے جاتے جیسا کہ قرآن شریف نے پہلے سے یہ خبر دی ہے اور صحیح بخاری میں بھی مسیح موعود کی نسبت یہ عبارت ہے کہ یضع الحرب۔ منہ

‡ ہماری قلم سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت جو کچھ خلاف شان ان کے نکلا ہے وہ الزامی جواب کے رنگ میں ہے اور وہ دراصل یہودیوں کے الفاظ ہم نے نقل کئے ہیں افسوس اگر حضرات پادری صاحبان تہذیب اور خدا ترسی کا کام لیں اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دینا چھوڑ دیں تو دوسری طرف مسلمانوں کی طرف سے بھی ان سے بیس حصے زیادہ ادب کا خیال رہے گا۔ منہ

[illegible] ہوئیں اور جیسا بیان [illegible] یہودیوں نے اس سے کوئی معجزہ نہیں ہوا محض [illegible] پیشگوئی [illegible] جو اکثر جھوٹی نکلی ہیں کیا بارہ حواریوں کو [illegible] کے موافق [illegible] بہشت میں نصیب ہو گئے۔ کوئی پادری صاحب اس کا جواب دیں کہ کیا [illegible] بادشاہت حضرت عیسیٰ کو ان کی پیشگوئی کے موافق مل گئی جس کے لئے ہتھیار بھی خرید لئے گئے تھے کوئی تو بولے تو اور کیا اسی زمانہ میں حضرت مسیحؑ اپنے وعدہ کے موافق آسمان سے اتر آئے [illegible] ہوں اترنا کیا ان کو آسمان پر جانا ہی نصیب نہیں ہوا [illegible] علماء کی [illegible] بالکل [illegible] صلیب پر نیم مردہ ہو کر بچ گئے اور پھر پوشیدہ طور پر بھاگ کر ہندوستان کی راہ سے کشمیر میں پہنچے اور وہیں فوت ہو گئے۔ ‡‡

پھر تعلیم کا یہ حال ہے کہ قطع نظر اس کے کہ اس پر چوری کا الزام لگایا گیا ہے جو انسانی قویٰ کی [illegible] ایک شاخ حلم اور درگذر پر انجیل کی تعلیم زور دیتی ہے [illegible] ہر ایک شخص سمجھ سکتا ہے کہ جو کچھ انسان کو قدرت نے دیا ہے [illegible] کوئی [illegible] ہر ایک انسانی قوت اپنی اپنی جگہ پر عین مصلحت سے پیدا کی گئی ہے [illegible] جیسے کسی وقت اور کسی محل پر حلم اور درگذر عمدہ اخلاق میں سے سمجھے جاتے ہیں [illegible] غیرت اور انتقام اور مجرم کو سزا دینا اخلاق فاضلہ میں سے شمار کیا جاتا ہے نہ ہمیشہ درگذر [illegible] مصلحت ہے اور نہ ہمیشہ سزا اور انتقام مصلحت کے مطابق ہے یہی قرآنی تعلیم ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جزاء سیئة سیئة مثلها فمن عفی واصلح فاجره علی الله یعنی بدی کی جزا اسی قدر بدی ہے [illegible] مگر جو کوئی عفو کرے اور اس عفو میں کوئی اصلاح مقصود ہو تو اس کا اجر خدا کے ذمہ ہے* یہ تو قرآن شریف کی تعلیم ہے مگر انجیل میں بغیر کسی شرط کے ہر ایک جگہ عفو اور درگذر کی ترغیب دی گئی ہے [illegible] دوسرے مصالح کو جن پر تمام سلسلہ تمدن کا چل رہا ہے پامال کر دیا ہے اور انسانی قویٰ کے درخت کی تمام شاخوں میں سے صرف ایک شاخ کے بڑھنے پر زور دیا ہے اور باقی شاخوں کی رعایت قطعاً ترک کر دی گئی ہے [illegible] تعجب ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے خود اخلاقی تعلیم پر عمل نہیں کیا۔ انجیر کے درخت کو [illegible] بد دعا کی۔ اور دوسروں کو دعا کرنا سکھلایا اور دوسروں کو یہ بھی حکم دیا کہ [illegible] احمق مت کہو مگر خود اس قدر بدزبانی میں بڑھ گئے کہ یہودی بزرگوں کو ولد الحرام تک کہہ دیا اور ہر ایک وعظ میں یہودی علماء کو سخت سخت گالیاں دیں اور برے برے ان کے نام رکھے اخلاقی معلم کا فرض یہ ہے کہ پہلے آپ اخلاق کریمہ دکھلاوے پس کیا ایسی تعلیم ناقص جس پر انہوں نے آپ بھی عمل نہ کیا۔ خدا تعالیٰ کی طرف سے ہو سکتی ہے پاک اور کامل تعلیم قرآن شریف کی ہے جو انسانی [illegible] اور قرآن شریف صرف ایک پہلو پر زور نہیں ڈالتا کبھی تو عفو اور درگذر کی تعلیم دیتا ہے مگر اس شرط سے کہ عفو کرنا قرین مصلحت ہو اور کبھی مناسب محل اور وقت کے مجرم کو سزا دینے کے لئے فرماتا ہے پس درحقیقت قرآن شریف خدا تعالیٰ کے اس قانون قدرت کی تصویر ہے جو ہمیشہ ہماری نظر کے سامنے ہے یہ بات نہایت معقول ہے کہ خدا کا قول اور فعل دونوں مطابق ہونے چاہئیں [illegible] اور جس رنگ اور طرز پر دنیا میں خدا تعالیٰ کا فعل نظر آتا ہے ضرور ہے کہ خدا تعالیٰ کی سچی کتاب اپنے فعل کے مطابق تعلیم دے نہ یہ کہ فعل سے کچھ اور ظاہر ہو اور قول سے کچھ اور ظاہر ہو۔ خدا تعالیٰ کے فعل [illegible] ہم دیکھتے ہیں کہ ہمیشہ نرمی اور درگذر نہیں بلکہ وہ مجرموں کو طرح طرح کے عذابوں سے سزایاب کرتا ہے [illegible] ایسے عذابوں کا پہلی کتابوں میں بھی ذکر ہے ہمارا خدا صرف حلیم خدا نہیں بلکہ وہ حکیم بھی ہے اور اس کا قہر بھی عظیم ہے [illegible] سچی کتاب وہ کتاب ہے جو اس کے قانون قدرت کے مطابق ہے [illegible] کبھی مشاہدہ نہیں کیا کہ خدا نے اپنی مخلوق سے [illegible] معاملہ کیا ہو اور کوئی عذاب نہ آیا ہو [illegible] لوط کی قوم [illegible] شریعت [illegible] اخلاق اپنے اندر حاصل کرنا ہی کمال انسانی ہے [illegible] نیک خلق ہم میں پیدا ہو تو یہ بے ایمانی اور [illegible] کی گستاخی ہے اور [illegible] ہر ایک اعتراض ہے۔

اور پھر ایک اور بات بھی غور کرو کہ خدا کا قدیم سے قانون قدرت ہے کہ وہ توبہ اور استغفار سے گناہ معاف کرتا ہے اور نیک لوگوں کی شفاعت کے طور پر دعا بھی قبول کرتا ہے مگر ہم نے خدا کے قانون قدرت میں کبھی نہیں دیکھا کہ زید اپنے سر پر پتھر مارے اور اس سے بکر کی دردسر جاتی رہے پھر ہمیں معلوم نہیں کہ مسیح کی خودکشی سے دوسروں کی اندرونی بیماری کا دور ہونا کس قانون پر مبنی ہے اور یہ کون سا فلسفہ ہے جس سے ہم معلوم کر سکیں کہ مسیح کا خون کسی دوسرے کی اندرونی ناپاکی کو دور کر سکتا ہے بلکہ مشاہدہ اس کے برخلاف گواہی دیتا ہے کیونکہ جب تک مسیح نے خودکشی کا ارادہ نہیں کیا تھا تب تک عیسائیوں میں نیک چلنی اور خدا پرستی کا مادہ تھا مگر صلیب کے بعد تو جیسے ایک بند ٹوٹ کر ہر ایک طرف دریا کا پانی پھیل جاتا ہے یہی عیسائیوں کے نفسانی جوشوں کا حال ہوا کچھ شک نہیں کہ اگر یہ خودکشی مسیح سے بالارادہ ظہور میں آئی ہے تو بہت بیجا کام کیا۔ اگر وہی زندگی وعظ و نصیحت میں بسر کرتا تو مخلوق خدا کو فائدہ پہنچتا۔ اس بیجا حرکت سے دوسروں کو کیا فائدہ ہوا ہاں اگر مسیح خودکشی کے بعد زندہ ہو کر یہودیوں کے روبرو آسمان پر چڑھ جاتا تو اس سے یہودی ایمان لے آتے۔ مگر اب تو یہودیوں اور تمام عقلمندوں کے نزدیک مسیح کا آسمان پر چڑھنا محض ایک فسانہ اور گپ ہے۔

اور پھر تثلیث کا عقیدہ بھی ایک عجیب عقیدہ ہے کیا کسی نے سنا ہے کہ مستقل طور پر اور کامل طور پر تین بھی ہوں اور ایک بھی ہو اور ایک بھی کامل خدا اور تین بھی کامل خدا ہوں۔ عیسائی مذہب بھی عجیب مذہب ہے کہ ہر ایک بات میں غلطی اور ہر ایک امر میں لغزش ہے پھر باوجود ان تمام تاریکیوں کے آئندہ زمانہ کے لئے وحی اور الہام پر مہر لگ گئی ہے اور اب ان تمام اناجیل کی غلطیوں کا فیصلہ حسب اعتقاد عیسائیوں کی وحی جدید کی رو سے تو غیر ممکن ہے کیونکہ ان کے عقیدہ کے موافق اب وحی آگے نہیں بلکہ پیچھے رہ گئی ہے اب تمام مدار صرف اپنی اپنی رائے پر ہے جو ہرگز جہالت اور تاریکی سے مبرا نہیں۔ اور ان کی انجیلیں اس قدر بیہودگیوں کا مجموعہ ہیں جو ان کا شمار کرنا غیر ممکن ہے۔ مثلاً ایک عاجز انسان کو خدا بنانا

---

‡ یہودیوں کے اس بیان کی خود حضرت مسیحؑ کے قول میں تائید پائی جاتی ہے کیونکہ حضرت مسیحؑ انجیل میں فرماتے ہیں کہ اس زمانہ کے حرامکار [illegible] نشان مانگتے ہیں ان کو کوئی نشان نہیں دکھایا جاویگا۔ پس ظاہر ہے کہ اگر حضرت عیسیٰؑ نے کوئی معجزہ یہودیوں کو دکھلایا ہوتا تو ضرور وہ یہودیوں کی اس درخواست کے وقت ان معجزات کا حوالہ دیتے۔ منہ

‡‡ جو لوگ مسلمان کہلا کر حضرت عیسیٰؑ کو مع جسم عنصری آسمان پر پہنچاتے ہیں وہ قرآن شریف کے برخلاف ایک بیہودہ بات منہ پر لاتے ہیں قرآن شریف تو آیت فلما توفیتنی میں حضرت عیسیٰ کی موت ظاہر کرتا ہے اور آیت قل سبحان ربی هل کنت الا بشرا رسولا میں انسان کا مع جسم عنصری آسمان پر جانا ممتنع قرار دیتا ہے پھر یہ کیسی جہالت ہے کہ کلام الٰہی کے مخالف عقیدہ رکھتے ہیں۔ توفی کے یہ معنے کرنا کہ مع جسم عنصری آسمان پر اٹھائے جانا اس سے بڑھ کر کوئی جہالت نہیں ہوگی۔ اول تو کسی کتاب لغت میں توفی کے یہ معنے نہیں لکھے کہ مع جسم عنصری آسمان پر اٹھایا جانا پھر ماسوا اس کے آیت فلما توفیتنی قیامت کے متعلق ہے یعنی قیامت کو حضرت عیسیٰؑ خدا تعالیٰ کو یہ جواب دیں گے تو اس سے لازم آتا ہے کہ قیامت تو آجائیگی مگر حضرت عیسیٰؑ نہیں مریں گے اور مرنے سے پہلے ہی مع جسم عنصری خدا کے سامنے پیش ہو جاویں گے قرآن شریف کی یہ تحریف کرنا یہودیوں سے بڑھ کر قدم ہے۔ منہ

* قرآن شریف [illegible] نے بیہودہ عفو اور درگذر جائز نہیں رکھا کیونکہ اس سے انسانی اخلاق بگڑتے ہیں اور [illegible] نظام درہم برہم ہو جاتا ہے بلکہ اس عفو کی اجازت دی ہے جس سے کوئی اصلاح ہو سکے۔ منہ

اور دوسروں کے گناہوں کی سزا میں اس کے لئے صلیب تجویز کرنا اور تین دن تک اس کو دوزخ میں بھیجنا اور پھر ایک طرف خدا بنانا اور ایک طرف کمزوری اور دروغ گوئی کی عادت کو اسکی طرف منسوب کرنا چنانچہ انجیلوں میں بہت سے ایسے کلمات پائے جاتے ہیں جن سے نعوذ باللہ حضرت مسیح کا دروغگو ہونا ثابت ہوتا ہے مثلاً وہ ایک چور کو وعدہ دیتے ہیں کہ آج بہشت میں تو میرے ساتھ روزہ کھولے گا اور ایک طرف خلاف وعدہ اسی دن وہ دوزخ میں جاتے ہیں اور تین دن دوزخ میں ہی رہتے ہیں ایسا ہی انجیلوں میں یہ بھی لکھا ہے کہ شیطان آزمائش کے لئے مسیح کو کئی جگہ لئے پھرا یہ عجیب بات ہے کہ مسیح خدا بنکر بھی شیطان کی آزمائش [illegible] اور شیطان کو خدا کی آزمائش کی جرأت ہو گئی یہ انجیل کا فلسفہ تمام دنیا سے نرالا ہے اگر درحقیقت شیطان [illegible] کے پاس آیا تھا تو مسیح کے لئے بڑا عمدہ موقع تھا کہ یہودیوں کو شیطان دکھلا دیتا کیونکہ یہودی حضرت مسیح کی نبوت کے سخت انکاری تھے وجہ یہ کہ ملاکی نبی کی کتاب میں [illegible] مسیح کی یہ علامت لکھی تھی کہ اس سے پہلے الیاس نبی دوبارہ دنیا میں [illegible] دوبارہ دنیا میں نہ آیا اس لئے یہودی ابتک حضرت عیسیٰ کو مفتری اور مکار کہتے ہیں یہ یہودیوں کی ایسی حجت ہے کہ عیسائیوں کے پاس اس کا کوئی جواب نہیں [illegible] شیطان کا مسیح کے پاس آنا بھی یہودیوں کے نزدیک مجنونانہ خیال ہے۔ آخر بعض الٰہی [illegible] الٰہی [illegible] ایک قسم ہے اس جگہ ایک محقق انگریز نے یہ تاویل کی ہے کہ شیطان [illegible] مراد یہ ہے کہ مسیح کو تین مرتبہ شیطانی الہام ہوا تھا مگر مسیح شیطانی الہام سے متاثر نہیں ہوا ایک شیطانی الہام یہ تھا کہ مسیح کے دل میں شیطان کی طرف سے یہ ڈالا گیا کہ وہ خدا کو چھوڑ دے اور محض شیطان کے تابع ہو جائے مگر تعجب کہ شیطان خدا کے بیٹے پر مسلط ہوا اور دنیا کی طرف اس کو رجوع دیا حالانکہ وہ خدا کا بیٹا کہلاتا ہے اور پھر خدا کے برخلاف وہ مرتا ہے کیا خدا بھی مرا کرتا ہے اور اگر محض انسان مرا ہے تو پھر کیوں یہ دعویٰ ہے کہ ابن اللہ نے انسانوں کے لئے جان دی۔ اور پھر وہ ابن اللہ کہلا کر قیامت کے وقت سے بھی بے خبر ہے جیسا کہ مسیح کا اقرار انجیل میں موجود ہے کہ وہ باوجود ابن اللہ ہونے کے نہیں جانتا کہ قیامت کب آویگی باوجود خدا کہلانے کے قیامت کے علم سے بے خبر ہونا کس قدر بیہودہ بات ہے بلکہ قیامت تو دور ہے اس کو تو یہ بھی خبر نہ تھی کہ جس درخت انجیر کی طرف چلا اس پر کوئی پھل نہیں۔

اب ہم اصل امر کی طرف رجوع کر کے مختصر طور پر بیان کرتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کی ایک وحی اگر کسی گذشتہ قصہ یا کتاب کے مطابق نہ ہو یا پوری مطابق نہ ہو یا فرض کرو کہ وہ قصہ یا وہ کتاب لوگوں کی نظر میں ایک فرضی کتاب یا فرضی قصہ ہے تو اس سے خدا تعالیٰ کی وحی پر کوئی حملہ نہیں ہو سکتا جن کتابوں کا نام عیسائی لوگ تاریخی کتابیں رکھتے یا آسمانی وحی کہتے ہیں یہ تمام بے بنیاد باتیں ہیں جن کا کوئی ثبوت نہیں اور کوئی آسمان کی شکوک و شبہات کے گند سے خالی نہیں اور جن کتابوں کو جعلی اور فرضی کہتے ہیں ممکن ہے کہ وہ جعلی ہوں اور جن کتابوں کو وہ صحیح مانتے ہیں ممکن ہے کہ وہ جعلی ہوں خدا تعالیٰ کی کتاب ان [illegible] نہیں ہے خدا تعالیٰ کی سچی کتاب کا یہ معیار نہیں ہے کہ ایسی کتابوں کی [illegible] جاوے عیسائیوں کا کسی کتاب کو جعلی کہنا ایسا امر نہیں ہے کہ جو پوری تحقیقات [illegible] ہو چکا ہے اور نہ ان کا کسی کتاب کو صحیح کہنا کسی باضابطہ ثبوت پر مبنی ہے۔ [illegible] اور خیالات ہیں۔ لہٰذا ان کے یہ بیہودہ خیالات خدا کی کتاب کے معیار نہیں ہو سکتے۔ بلکہ معیار یہ ہے۔ کہ دیکھنا چاہیئے۔ کہ وہ کتاب خدا کے قانون قدرت

اور قولی معجزات سے اپنا منجانب اللہ ہونا ثابت کرتی ہے یا نہیں ہمارے سید و مولیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تین ہزار سے زیادہ معجزات ہوئے ہیں اور پیشگوئیوں کا تو شمار نہیں مگر ہمیں ضرورت نہیں کہ ان گذشتہ معجزات کو پیش کریں بلکہ ایک عظیم الشان معجزہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ہے کہ تمام نبیوں کی وحی منقطع ہو گئی اور معجزات نابود ہو گئے اور ان کی اُمت خالی اور تہی دست ہے صرف قصے ان لوگوں کے ہاتھ میں رہ گئے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی منقطع نہیں ہوئی اور نہ معجزات منقطع ہوئے بلکہ ہمیشہ بذریعہ کاملین اُمت جو شرف اتباع سے مشرف ہیں ظہور میں آتے ہیں اسی وجہ سے مذہب اسلام ایک زندہ مذہب ہے اور اس کا خدا زندہ خدا ہے چنانچہ اس زمانہ میں بھی اس شہادت کے پیش کرنے کے لئے یہی بندۂ حضرت عزت موجود ہے اور ابتک میرے ہاتھ پر ہزار ہا نشان تصدیق رسول اللہ صلعم اور کتاب اللہ کے بارہ میں ظاہر ہو چکے ہیں اور خدا تعالیٰ کے پاک مکالمہ سے قریباً ہر روز میں مشرف ہوتا ہوں اب ہوشیار ہو جاؤ اور سوچ کر دیکھ لو کہ جس حالت میں دنیا میں ہزارہا مذہب خدا تعالیٰ کی طرف منسوب کئے جاتے ہیں تو کیونکر ثابت ہو کہ وہ درحقیقت منجانب اللہ ہیں آخر سچے مذہب کے لئے کوئی تو مابہ الامتیاز چاہیئے اور صرف معقولیت کا دعویٰ کسی مذہب کے منجانب اللہ ہونے پر دلیل نہیں ہو سکتی کیونکہ معقول باتیں انسان بھی بنا سکتا ہے اور جو خدا محض انسانی دلائل سے پیدا ہوتا ہے وہ خدا نہیں ہے بلکہ خدا وہ ہے جو اپنی قوی نشانوں کے ساتھ آپ ظاہر کرتا ہے وہ مذہب جو محض خدا کی طرف سے ہے اس کی [illegible] ضروری ہے کہ وہ منجانب اللہ ہونے کے نشان اور خدائی مہر اپنے ساتھ رکھتا ہو تا معلوم ہو کہ وہ خدا تعالیٰ کے ہاتھ سے ہے سو یہ مذہب اسلام ہے وہ خدا جو پوشیدہ اور نہاں در نہاں ہے اسی مذہب کے ذریعہ سے اس کا پتہ لگتا ہے اور اسی مذہب کے حقیقی پیرؤوں پر وہ ظاہر ہوتا ہے جو درحقیقت سچا مذہب ہے سچے مذہب پر خدا کا ہاتھ ہوتا ہے اور خدا اس کے ذریعہ ظاہر کرتا ہے کہ میں موجود ہوں جن مذاہب کا مدار قصوں پر ہے وہ بت پرستی سے کم نہیں ان مذاہب میں کوئی سچائی کی روح نہیں ہے اگر خدا اب بھی زندہ ہے جیسا کہ پہلے تھا اور اگر وہ اب بھی بولتا اور سنتا ہے جیسا کہ پہلے تھا تو کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی کہ وہ اس زمانہ میں ایسا چپ ہو جائے کہ گویا موجود نہیں اگر وہ اس زمانہ میں بولتا نہیں تو یقیناً وہ اب سنتا بھی نہیں گویا اب کچھ بھی نہیں سو سچا وہی مذہب ہے کہ جو اس زمانہ میں بھی خدا کا سننا اور بولنا دونوں ثابت کرتا ہے غرض سچے مذہب میں خدا تعالیٰ اپنے مکالمہ مخاطبہ سے اپنے وجود کی آپ خبر دیتا ہے خداشناسی ایک نہایت مشکل کام ہے دنیا کے حکیموں اور فلاسفروں کا کام نہیں ہے جو خدا کا پتہ لگا دیں کیونکہ زمین و آسمان کو دیکھ کر صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس ترکیب محکم اور ابلغ کا کوئی صانع ہونا چاہیئے مگر یہ تو ثابت نہیں ہوتا کہ فی الحقیقت وہ صانع موجود بھی ہے اور ہونا چاہیئے اور ہے میں جو فرق ہے وہ ظاہر ہے پس اس وجود کا واقعی طور پر پتہ دینے والا صرف قرآن ہے جو صرف خداشناسی کی تاکید نہیں کرتا بلکہ آپ دکھلا دیتا ہے اور کوئی کتاب آسمانی ایسی نہیں ہے کہ اس پوشیدہ وجود کا پتہ دے۔

مذہب سے غرض کیا ہے!! بس یہی کہ خدا تعالیٰ کے وجود اور اس کی صفات کاملہ پر یقینی طور پر ایمان حاصل ہو کر نفسانی جذبات سے انسان نجات پا جاوے اور خدا تعالیٰ سے ذاتی محبت پیدا ہو کیونکہ درحقیقت وہی بہشت ہے جو عالم آخرت میں طرح طرح کے پیرایوں میں ظاہر ہوگا اور حقیقی خدا سے بے خبر رہنا اور اس سے دور رہنا اور سچی محبت اس سے نہ رکھنا درحقیقت یہی جہنم ہے جو عالم آخرت میں انواع و اقسام کے رنگوں میں ظاہر ہوگا اور اصل مقصود اس راہ میں یہ ہے کہ [illegible]

اس زمانہ میں یہودی لوگ الیاس نبی کے دوبارہ دنیا میں آنے اور آسمان سے اترنے کے ایسے منتظر تھے جیسے کہ آج کل [illegible] مولوی حضرت عیسیٰ کے آسمان سے اترنے کے منتظر ہیں مگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ملاکی نبی کی اس پیشگوئی کی [illegible] اسی وجہ سے یہودی ابتک ان کو سچا نبی نہیں جانتے کہ الیاس آسمان سے نہیں اترا اس عقیدہ کی وجہ سے یہودی [illegible] جہنم میں گئے اب وہی طمع خام میں مسلمان گرفتار ہیں یہ سراسر یہودیوں کا رنگ ہے خیر اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک پیشگوئی پوری ہو گئی۔ منہ۔

[illegible] دنیا میں ایک قرآن ہی ہے جس نے خدا کی ذات اور صفات کو خدا کے اس قانون قدرت کے مطابق [illegible] کے نقش کو دنیا میں پایا جاتا ہے اور جو انسانی فطرت کے اندر ضمیر میں منقوش ہے [illegible] ورقوں میں محبوس ہے اور جس تک انجیل نہیں پہنچی وہ اس خدا سے بے خبر ہے لیکن جس کو قرآن [illegible] کوئی شخص ذوی العقول میں سے بے خبر نہیں اس لئے سچا خدا وہی خدا ہے جس کو قرآن نے پیش کیا ہے جس کو انسانی فطرت اور قانون قدرت پیش کر رہا ہے۔ منہ۔

خدا کی ہستی پر پورا یقین حاصل ہو۔ اور پھر پوری محبت ہو۔ ۔ ۔ ۔ اب دیکھنا چاہیے کہ کونسا مذہب اور کونسی کتاب ہے۔ جس کے ذریعہ سے یہ غرض حاصل ہو سکتی ہے۔ انجیل تو صاف جواب دیتی ہے کہ مکالمہ اور مخاطبہ کا دروازہ بند ہے اور یقین کرنے کی راہیں مسدود ہیں اور جو کچھ ہوا وہ پہلے ہو چکا اور آگے کچھ نہیں۔ مگر تعجب کہ وہ خدا جو اب تک اس زمانہ میں بھی سنتا ہے وہ اس زمانہ میں بولنے سے کیوں عاجز ہو گیا ہے۔ کیا ہم اس اعتقاد پر تسلی پکڑ سکتے ہیں کہ پہلے کسی زمانہ میں وہ بولتا بھی تھا اور سنتا بھی مگر اب وہ صرف سنتا ہے مگر بولتا نہیں۔ ایسا خدا کس کام کا جو ایک انسان کی طرح جو بڈھا ہو کر بعض قویٰ اس کے بیکار ہو جاتے ہیں امتداد زمانہ کی وجہ سے بعض قویٰ اس کے بھی بیکار ہو گئے اور نیز ایسا خدا کس کام کا کہ جب تک تختی سے باندھ کر اس کو کوڑے نہ لگیں اور اس کے منہ پر تھوکا نہ جاوے اور چند روز اس کو حوالات میں نہ رکھا جاوے اور آخر اس کو صلیب پر نہ کھینچا جائے۔ تب تک وہ اپنے بندوں کے گناہ نہیں بخش سکتا۔ ہم تو ایسے خدا سے سخت بیزار ہیں جس پر ایک ذلیل قوم یہودیوں کی جو اپنی حکومت بھی کھو بیٹھی تھی غالب آگئی۔ ہم اس خدا کو سچا خدا جانتے ہیں جس نے ایک مکہ کے غریب بیکس کو اپنا نبی بنا کر اپنی قدرت اور غلبہ کا جلوہ اسی زمانہ میں تمام جہان کو دکھلا دیا یہاں تک کہ جب شاہ ایران نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی گرفتاری کے لئے اپنے سپاہی بھیجے تو اس قادر خدا نے اپنے رسول کو فرمایا کہ سپاہیوں کو کہہ دے کہ آج رات میرے خدا نے تمہارے خداوند کو قتل کر دیا ہے اب دیکھنا چاہیے کہ ایک طرف ایک شخص خدائی کا دعویٰ کرتا ہے اور آخر نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ گورنمنٹ رومی کا ایک سپاہی اس کو گرفتار کر کے ایک دو گھنٹہ میں حوالات میں ڈال دیتا ہے اور تمام رات کی دعائیں بھی قبول نہیں ہوتیں اور دوسری طرف وہ مرد ہے کہ صرف رسالت کا دعویٰ کرتا ہے اور خدا اس کے مقابلہ پر بادشاہوں کو ہلاک کرتا ہے یہ مقولہ طالب حق کے لئے نہایت نافع ہے۔ کہ یار غالب شو کہ تا غالب شوی ہم ایسے مذہب کو کیا کریں جو مردہ مذہب ہے۔ ہم ایسی کتاب سے کیا فائدہ اٹھا سکتے ہیں جو مردہ کتاب ہے اور ہمیں ایسا خدا کیا فیض پہنچا سکتا ہے۔ جو مردہ خدا ہے۔ مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ میں اپنے خدائے پاک کے یقینی اور قطعی مکالمہ سے مشرف ہوں اور قریباً ہر روز مشرف ہوتا ہوں اور وہ خدا جس کو یسوع مسیح کہتا ہے کہ تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا۔ میں دیکھتا ہوں۔ کہ اس نے مجھے نہیں چھوڑا۔ اور مسیح کی طرح میرے پر بھی بہت حملے ہوئے ہیں۔ مگر ہر ایک حملے میں دشمن ناکام رہے اور مجھے پھانسی دینے کے لئے منصوبہ کیا گیا۔ مگر میں مسیح کی طرح صلیب پر نہیں چڑھا بلکہ ہر ایک بلا کے وقت میرے خدا نے مجھے بچایا اور میرے لئے اس نے بڑے بڑے معجزات دکھلائے اور بڑے بڑے قوی ہاتھ دکھلائے اور ہزارہا نشانوں سے اس نے مجھے ثابت کر دیا کہ خدا وہی خدا ہے جس نے قرآن کو نازل کیا اور جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا اور میں عیسیٰ مسیح کو ہرگز ان امور میں اپنے پر کوئی زیادت نہیں دیکھتا یعنی جیسے اس پر خدا کا کلام نازل ہوا ایسا ہی مجھ پر بھی ہوا اور جیسے اس کی نسبت معجزات منسوب کئے جاتے ہیں میں یقینی طور پر ان معجزات کا مصداق اپنے نفس کو دیکھتا ہوں بلکہ ان سے زیادہ۔ اور یہ تمام شرف مجھے صرف ایک نبی کی پیروی سے ملا ہے۔ جس کے مدارج اور مراتب سے دنیا بے خبر ہے یعنی سیدنا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔ یہ عجیب ظلم ہے۔ کہ جاہل اور نادان لوگ کہتے ہیں کہ عیسیٰ آسمان پر زندہ ہے حالانکہ زندہ ہونے کے علامات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود میں پاتا ہوں وہ خدا جس کو دنیا نہیں جانتی ہم نے اس خدا کو اسی کے نبی کے ذریعہ سے دیکھ لیا اور وہ وحی الٰہی کا دروازہ جو دوسری قوموں پر بند ہے۔ ہمارے پر محض اسی نبی کی برکت سے کھولا گیا اور وہ معجزات جو غیر قومیں صرف قصوں اور کہانیوں کے طور پر بیان کرتی ہیں ہم نے اسی نبی کے ذریعہ سے وہ معجزات بھی دیکھ لئے اور ہم نے اس نبی کا وہ مرتبہ پایا جس کے آگے کوئی مرتبہ نہیں۔ مگر تعجب کہ دنیا اس سے بے خبر ہے۔ مجھے کہتے ہیں کہ مسیح موعود ہونے کا کیوں دعویٰ کیا مگر میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اس نبی کی کامل پیروی سے ایک شخص عیسےٰ سے بھی بڑھ کر ہو سکتا ہے۔ اندھے کہتے ہیں کہ یہ کفر ہے۔ میں کہتا ہوں کہ تم خود ایمان سے بے نصیب ہو پھر کیا جانتے ہو کہ کفر کیا چیز ہے کفر خود تمہارے اندر ہے۔ کیا اس آیت کے کیا معنی ہیں۔ کہ اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم۔ تو ایسا کفر تمہارے رہنے کے ساتھ یہ ترغیب دینا ہے کہ تم اسی رسول کی کامل پیروی کی برکت سے تمام رسولوں کے متفرق کمالات اپنے اندر جمع کر سکتے ہو اور تم صرف ایک نبی کے کمالات حاصل کرنا کفر جانتے ہو۔

غرض آپ پر لازم ہے کہ اس راہ کی طرف توجہ کرو۔ کیونکہ ایک سچا مذہب جو خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے شناخت ہو سکتا ہے پس یاد رہے کہ وہی سچا مذہب ہے جس کے ذریعہ سے خدا کا پتہ لگتا ہے دوسرے مذاہب میں صرف انسانی کوششیں پیش کی جاتی ہیں گویا انسان کا خدا پر احسان ہے جو اس نے اس کا پتہ دیا مگر اسلام میں خود خدا تعالیٰ ہر ایک زمانہ میں اپنی انا الموجود کی آواز سے اپنی ہستی کا پتہ دیتا ہے جیسا کہ اس زمانہ میں بھی وہ مجھ پر ظاہر ہوا پس اس رسول پر ہزاروں سلام اور برکات جس کے ذریعہ سے ہم نے خدا کو شناخت کیا۔

بالآخر میں دوبارہ افسوس سے لکھتا ہوں کہ آپ کا یہ قول کہ حضرت مریم کا اخت ہارون ہونا آپ پر بد اثر ڈالتا ہے۔ میری نگاہ میں آپ کی بہت ناواقفیت ظاہر کرتا ہے۔ اس بیہودہ اعتراض پر پہلے علماء نے بھی بہت کچھ لکھا ہے۔ اگر استعارہ کے رنگ میں یا اور بنا پر خدا تعالیٰ نے مریم کو ہارون کی ہمشیرہ ٹھہرایا تو آپ کو اس سے کیوں تعجب ہوا جبکہ قرآن شریف بجائے خود بار بار بیان کر چکا ہے کہ ہارون نبی حضرت موسیٰ کے وقت میں تھا اور یہ مریم حضرت عیسیٰ کی والدہ تھی۔ جو چودہ سو برس بعد ہارون کے پیدا ہوئی تو کیا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ ان واقعات سے بے خبر ہے اور نعوذ باللہ اس نے مریم کو ہارون کی ہمشیرہ ٹھہرانے میں غلطی کی ہے کس درجہ کی خبیث طبع یہ لوگ ہیں کہ بیہودہ اعتراض کر کے خوش ہوتے ہیں اور ممکن ہے کہ مریم کا کوئی بھائی ہو جس کا نام ہارون ہو۔ عدم علم سے عدم شے تو لازم نہیں آتا۔ مگر یہ لوگ اپنے گریبان میں منہ نہیں ڈالتے اور نہیں دیکھتے کہ انجیل کس قدر اعتراضات کا نشانہ ہے دیکھو یہ کس قدر اعتراض ہے کہ مریم کو ہیکل کی نذر کر دیا گیا تھا تا وہ ہمیشہ بیت المقدس کی خادمہ ہو اور تمام عمر خاوند نہ کرے لیکن جب چھ سات مہینہ کا حمل نمایاں ہو گیا تب حمل کی حالت میں ہی قوم کے بزرگوں نے مریم کا یوسف نام ایک نجار سے نکاح کر دیا اور اس کے گھر جاتے ہی ایک دو ماہ کے بعد مریم کو بیٹا پیدا ہوا وہی عیسیٰ یا یسوع کے نام سے موسوم ہوا۔ اب اعتراض یہ ہے کہ اگر درحقیقت معجزہ کے طور پر یہ حمل تھا۔ تو کیوں وضع حمل تک صبر نہیں کیا گیا۔ دوسرا اعتراض یہ ہے کہ عہد تو یہ تھا کہ مریم مدت العمر ہیکل کی خدمت میں رہیگی پھر کیوں عہد شکنی کر کے اور اس کو خدمت بیت المقدس سے الگ کر کے یوسف نجار کی بیوی بنایا گیا تیسرا اعتراض یہ ہے کہ توریت کی رو سے بالکل حرام اور ناجائز تھا کہ حمل کی حالت میں کسی عورت کا نکاح کیا جائے۔ پھر کیوں خلاف حکم توریت مریم کا نکاح عین حمل کی حالت میں یوسف سے کیا گیا حالانکہ یوسف اس نکاح سے ناراض تھا اور اس کی پہلی بیوی موجود تھی وہ لوگ جو تعدد ازدواج سے منکر ہیں شاید ان کو یوسف کے اس نکاح کی اطلاع نہیں۔ غرض اس جگہ ایک معترض کا حق ہے کہ یہ گمان کرے کہ اس نکاح کی یہی وجہ تھی کہ قوم کے بزرگوں کو مریم کی نسبت ناجائز حمل کا شبہ پیدا ہو گیا تھا اگرچہ ہم قرآن شریف کی تعلیم کے رو سے یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ وہ حمل محض خدا کی قدرت سے تھا تا خدا تعالیٰ یہودیوں کو قیامت کا نشان دے اور جس حالت میں برسات کے دنوں میں ہزارہا کیڑے مکوڑے خود بخود پیدا ہو جاتے ہیں اور حضرت آدم بھی بغیر ماں باپ کے پیدا ہوئے تو پھر حضرت عیسیٰ کی اس پیدائش سے کوئی بزرگی ان کی ثابت نہیں ہوتی بلکہ بغیر باپ کے پیدا ہونا بعض قویٰ سے محروم ہونے پر دلالت کرتا ہے القصہ حضرت مریم کا نکاح محض شبہ کی وجہ سے ہوا تھا ورنہ جو عورت بیت المقدس کی خدمت کرنے کے لئے نذر ہو چکی تھی۔ اس کے نکاح کی کیا ضرورت تھی افسوس اس نکاح سے بڑے فتنے پیدا ہوئے اور یہود نابکار نے ناجائز تعلق کے شبہات شائع کئے پس اگر کوئی اعتراض قابل حل ہے تو یہ اعتراض ہے نہ کہ مریم کا ہارون بھائی قرار دینا کچھ اعتراض ہے۔ قرآن شریف میں تو یہ بھی لفظ نہیں کہ ہارون نبی کی مریم ہمشیرہ تھی صرف ہارون کا نام ہے نبی کا لفظ وہاں موجود نہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ یہودیوں میں یہ رسم تھی کہ نبیوں کے نام تبرک کا

رکھے جاتے تھے سو قرینہ قیاس ہے کہ مریم کا کوئی بھائی ہوگا جس کا نام ہارون ہوگا اور اس بیان کو محل اعتراض سمجھنا سراسر حماقت ہے۔

اور قصہ اصحاب کہف وغیرہ اگر یہودیوں اور عیسائیوں کی پہلی کتابوں میں بھی ہو اور اگر فرض کر لیں کہ وہ لوگ ان قصوں کو ایک فرضی قصے سمجھتے ہوں تو اس میں کیا حرج ہے آپ کو یاد ہے کہ ان لوگوں کی مذہبی اور تاریخی کتابیں اور خود ان کی آسمانی کتابیں تاریکی میں پڑی ہوئی ہیں۔ آپ کو اس بات کا علم نہیں کہ یورپ میں ان کتابوں کے بارے میں آج کل کس قدر ماتم ہو رہا ہے اور سلیم طبیعتیں خود بخود اسلام کی طرف آتی جاتی ہیں اور بڑی بڑی کتابیں اسلام کی حمایت میں تالیف ہو رہی ہیں چنانچہ بعض انگریز امریکہ وغیرہ ممالک کے ہمارے سلسلہ میں داخل ہو گئے ہیں۔ آخر جھوٹ کب تک چھپا رہے پھر سوچنے کا مقام ہے کہ وحی الٰہی کو ایسی کتابوں کی اقتباس کی کیا ضرورت پیش آئی تھی خوب یاد رکھو کہ یہ لوگ اندھے ہیں اور ان کی تمام کتابیں اندھی ہیں تعجب کہ جس حالت میں قرآن شریف ایسے جزیرہ میں نازل ہوا جس کے لوگ عموماً عیسائیوں اور یہودیوں کی کتابوں سے بے خبر تھے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود امی تھے تو پھر یہ تہمتیں اتخاذ پر لگانا ان لوگوں کا کام ہے جو خدا سے بالکل بے خوف ہیں اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ اعتراض ہو سکتے ہیں تو پھر حضرت عیسیٰؑ پر کس قدر اعتراض ہوں گے جنہوں نے ایک اسرائیلی فاضل سے توریت کو سبقاً سبقاً پڑھا تھا۔ اور یہودیوں کی تمام کتابوں طالمود وغیرہ کا مطالعہ کیا تھا اور جن کی انجیل درحقیقت بائبل اور طالمود کی عبارتوں سے ایسی پُر ہے کہ ہم لوگ محض قرآن شریف کے ارشاد کی وجہ سے ان پر ایمان لاتے ہیں ورنہ اناجیل کی نسبت بڑے شبہات پیدا ہوتے ہیں اور افسوس کہ انجیلوں میں ایک بات بھی ایسی نہیں کہ جو بلفظہٖ پہلی کتابوں میں موجود نہیں اور پھر اگر قرآن نے بائبل کی متفرق سچائیوں اور صداقتوں کو ایک جگہ جمع کر دیا تو اس میں کون سا استبعاد عقلی ہوا اور کیا غضب آگیا۔ کیا آپ کے نزدیک یہ محال ہے کہ یہ تمام قصے قرآن شریف کے بذریعہ وحی کے لئے گئے ہیں جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا صاحب وحی ہونا دلائل قاطعہ سے ثابت ہے اور آپ کی نبوت حقہ کے انوار و برکات ابتک ظہور میں آرہے ہیں تو کیوں شیطانی وساوس دل میں داخل کئے جاویں کہ نعوذ باللہ قرآن شریف کا کوئی قصہ کسی پہلی کتاب یا کتبہ سے نقل کیا گیا ہے کیا آپ کو خدا تعالیٰ کے وجود میں کچھ شک ہے یا آپ اس کو علم غیب پر قادر نہیں جانتے اور میں بیان کر چکا ہوں کہ عیسائیوں اور یہودیوں کا کسی کتاب کو اصلی قرار دینا اور کسی کو فرضی سمجھنا یہ سب بے بنیاد خیالات ہیں نہ کسی نے اصلی کی اصلیت کا ملاحظہ کیا اور نہ کسی نے جعل ساز کو پکڑا۔ اس کی نسبت خود یورپ کے محققین کی شہادتیں ہمارے پاس موجود ہیں ایک اندھی قوم ہے جن میں ایمانی روشنی باقی نہیں رہی اور عیسائیوں پر تو نہایت ہی افسوس ہے جنہوں نے طبعی اور فلسفہ پڑھ کر ڈبو دیا۔ ایک طرف تو آسمانوں کے منکر ہیں اور ایک طرف حضرت عیسیٰؑ کو آسمان پر بٹھلاتے ہیں سچ تو یہ ہے کہ اگر یہود کی پہلی کتابیں سچی ہیں تو ان کی بناء پر حضرت عیسیٰؑ کی نبوت ہی ثابت نہیں ہوتی مثلاً سچے مسیح موعود کے لئے جس کا حضرت عیسیٰؑ کو دعویٰ ہے۔ ملاکی نبی کی کتاب کے رُو سے یہ ضروری تھا کہ اس سے پہلے الیاس نبی دوبارہ دنیا میں آتا۔ مگر الیاسؑ تو ابتک نہ آیا درحقیقت یہودیوں کی طرف سے یہ بڑی حجت ہے جس کا جواب حضرت عیسیٰ صفائی سے نہیں دے سکے یہ قرآن شریف کا حضرت عیسیٰؑ پر احسان ہے جو ان کی نبوت کا اعلان فرمایا۔ اور کفارہ کا مسئلہ تو حضرت عیسیٰ نے آپ رد کر دیا ہے جبکہ کہا کہ میری یونس نبی کی مثال ہے جو تین دن زندہ مچھلی کے پیٹ میں رہا اب اگر حضرت عیسیٰ درحقیقت صلیب پر مر گئے تھے تو ان کو یونسؑ سے کیا مشابہت اور یونسؑ کو ان سے کیا نسبت اس تمثیل سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ صلیب پر مرے نہیں صرف یونس کی طرح بے ہوش ہو گئے تھے اور نسخہ مرہم عیسیٰ جو قریباً تمام طبی کتابوں میں پایا جاتا ہے اس کے عنوان میں لکھا ہے کہ یہ نسخہ حضرت عیسیٰ کے لئے طیار کیا گیا تھا یعنی ان کی چوٹوں کے لئے جو صلیب پر آئی تھیں۔ اگر در خانہ کس است ہمیں قدر بس است۔

خاتمہ رسالہ نجات حقیقی کے بیان میں

میں مناسب سمجھتا ہوں کہ اس رسالہ کے اخیر میں نجات حقیقی کا کچھ ذکر کیا جاوے کیونکہ تمام اہل مذاہب کا کسی مذہب کی پیروی سے یہی مدعا اور مقصد ہے کہ نجات حاصل ہو مگر افسوس کہ اکثر لوگ نجات کے حقیقی معنوں سے بے خبر اور غافل ہیں عیسائیوں کے نزدیک نجات کے یہ معنے ہیں کہ گناہ کے مواخذہ سے رہائی ہو جائے لیکن درحقیقت نجات کے یہ معنے نہیں ہیں اور ممکن ہے کہ ایک شخص نہ زنا کرے نہ چوری کرے نہ جھوٹی گواہی دے نہ خون کرے اور نہ کسی اور گناہ کا جہاں تک اس کو علم ہے ارتکاب کرے اور باایں ہمہ نجات کی کیفیت سے بے نصیب اور محروم ہو کیونکہ درحقیقت نجات اس دائمی خوشحالی کے حصول کا نام ہے جس کی بھوک اور پیاس انسانی فطرت کو لگا دی گئی ہے جو محض خدا تعالیٰ کی ذاتی محبت اور اُس کی پوری معرفت اور اس کے پورے تعلق کے بعد حاصل ہوتی ہے جس میں شرط ہے کہ دونوں طرف سے محبت جوش مارے لیکن بسا اوقات انسان اپنی غلط کاریوں سے ایسی چیزوں میں اپنی اس خوشحالی کو طلب کرتا ہے کہ جن سے آخر کار تکلیف اور ناخوشی اور بھی بڑھتی ہے چنانچہ اکثر لوگ دنیا کی نفسانی عیاشیوں میں اس خوشحالی کو طلب کرتے ہیں اور دن رات مے خواری اور شہوات نفسانیہ کا شغل رکھ کر انجام کار طرح طرح کی مہلک امراض میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور آخر کار سکتہ فالج رعشہ اور کزاز اور یا انتڑیوں یا جگر کے پھوڑوں میں مبتلا ہو کر اور یا آتشک یا سوزاک کی قابل شرم مرض سے اس جہان سے رخصت ہوتے ہیں اور چونکہ اس کے کان کی قوتیں قبل از وقت تحلیل ہو جاتی ہیں اس لئے وہ طبعی عمر سے بھی بے نصیب رہتے ہیں اور انجام کار ان کو اس بات کا پتہ لگ جاتا ہے کہ جن چیزوں کو انہوں نے اپنی خوشحالی کا ذریعہ سمجھا تھا وہ اصل وہی چیزیں ان کی ہلاکت کا موجب تھیں اور بعض لوگ دنیوی عزت اور نام وری کے بڑھانے اور مراتب مناصب کے طلب کرنے میں اپنی خوشحالی دیکھتے ہیں اور اپنی زندگی کے اصل مطلب سے ناآشنا رہتے ہیں لیکن آخر کار وہ بھی حسرت سے مرتے ہیں اور بعض اسی خواہش سے دنیا کا مال اکٹھا کرتے رہتے ہیں کہ شاید اسی میں خوشحالی پیدا ہو مگر انجام یہ ہوتا ہے کہ اس اپنی تمام اندوختہ کو چھوڑ کر بڑے درد اور دکھ کے ساتھ اور بڑی تلخیوں کے ساتھ موت کا پیالہ پیتے ہیں پس طالب حق کے لئے جو قابل غور سوال ہے وہ یہی سوال ہے کہ سچی خوشحالی کیونکر حاصل ہو جو دائمی مسرت اور خوشی کا موجب ہو اور درحقیقت سچے مذہب کی یہی نشانی ہے کہ وہ اس خوشحالی تک پہنچا دے سو ہم قرآن شریف کی ہدایت سے اس عمیق در دقیق نکتہ تک پہنچتے ہیں کہ وہ ابدی خوشحالی خدا تعالیٰ کی صحیح معرفت اور پھر اس یگانہ کی پاک اور کامل اور ذاتی محبت اور کامل ایمان میں ہے جو دل میں عاشقانہ بیقراری پیدا کرے۔ یہ چند لفظ لکھنے کو تو بہت تھوڑے ہیں لیکن ان کی کیفیت کو بیان کرنے کے لئے ایک دفتر بھی متحمل نہیں ہو سکتا۔

یاد رہے کہ صحیح معرفت حضرت عزت جل شانہٗ کی کئی نشانیاں ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اس کی قدرت اور توحید اور علم اور ہر ایک خوبی اور صفت پر کوئی داغ نقص کا لگایا جائے کیونکہ جس ذات کا ذرہ ذرہ پر حکم ہے اور جس کے تصرف میں تمام فوجیں روحوں اور تمام ہیکل زمین و آسمان کی ہیں وہ اگر اپنی قدرتوں اور حکمتوں اور قوتوں میں ناقص ہو تو اس عالم جسمانی اور روحانی کا کام چل ہی نہیں سکتا اگر نعوذ باللہ یہ اعتقاد رکھا جائے کہ ذرات اجسام کی تمام طاقتیں اور ارواح اور ان کی تمام قوتیں خود بخود ہیں تو ماننا پڑتا ہے کہ خدائی کا علم اور توحید اور قدرت تینوں ناقص ہیں۔ وجہ یہ کہ اگر تمام ارواح اور ذرات خدا تعالیٰ کے ہاتھ سے پیدا شدہ نہیں تو کوئی وجہ نہیں کہ ہمیں اس بات کا یقین ہو کہ خدا تعالیٰ کو ان اندرونی حالات کا علم ہے اور جبکہ اس کے علم پر کوئی دلیل قائم نہیں بلکہ اس کے برخلاف دلیل ہے تو اس سے لازم آتا ہے کہ ہماری طرح خدا تعالیٰ بھی ان چیزوں کی اصل کُنہ سے بے خبر ہے اور کا علم ان کے پوشیدہ در پوشیدہ اسرار پر محیط نہیں ہے صاف ظاہر ہے کہ جیسے مثلاً ایک عطار پنسارے طیار کی جاتی ہے یا اپنی نظر کے سامنے ایک شربت یا گولیاں یا چند دواؤں کا عرق طیار کرتا ہے تو بوجہ اس کے کہ ہم خود

اُس نسخہ کے بنانے والے ہیں ہمیں ان تمام دواؤں کا پورا علم ہوتا ہے اور ہم بخوبی جانتے ہیں کہ یہ فلاں اور فلاں فلاں وزن کے ساتھ اس نسخہ کے لئے بنائی گئی ہے لیکن اگر کوئی عرق یا گولیاں یا شربت ایسا مجہول الکنہ ہو جس کو ہم نے بنایا نہیں اور نہ ہم اُن اجزا کو جدا جدا کر سکتے ہیں تو ہم ضرور ان معجونوں سے بے خبر ہوں گے اور یہ بات بدیہی ہے کہ اگر خدا تعالیٰ کو ذرات اور ارواح کا بنانیوالا مان لیا جائے تو ساتھ ہی ماننا پڑے گا کہ بالضرور خدا تعالیٰ کو ان تمام ذرات اور ارواح کی پوشیدہ قوتوں اور طاقتوں کا علم بھی ہے اور اس پر دلیل یہ ہے کہ وہ خود ان قوتوں اور طاقتوں کا بنانیوالا ہے اور بنانیوالا اپنی بنائی ہوئی چیز سے بے خبر نہیں ہوتا لیکن اگر یہ صورت ہو کہ وہ ان قوتوں اور طاقتوں کا بنانیوالا نہیں ہے تو کوئی برہان اس پر قائم نہیں ہو سکتی کہ اس کو ان تمام قوتوں اور طاقتوں کا علم بھی ہے۔ اگر تم بغیر دلیل کے کہو کہ اس کو علم ہے تو یہ ایک تحکم ہے اور محض ایک دعویٰ ہے لیکن جیسا کہ یہ دلیل ہمارے ہاتھ میں ہے کہ بنانیوالا ضرور اپنی بنائی ہوئی چیز کا علم رکھتا ہے اس کے مقابل پر کونسی دلیل آپ کے ہاتھ میں ہے کہ جو چیزیں اپنے ہاتھ سے خدا تعالیٰ نے بنائی نہیں اس کو ان کی تمام پوشیدہ قوتوں اور طاقتوں کا علم ہے کیونکہ وہ چیزیں خدا تعالیٰ کے وجود کا عین تو نہیں تا جیسا کہ اپنے وجود پر اطلاع ہوتی ہے ان پر بھی اطلاع ہو۔ بلکہ وہ تمام چیزیں آریہ سماج کے اعتقاد کے رو سے اپنے اپنے وجود کی آپ ہی خدا ہیں اور آپ ہی انادی اور قدیم ہیں اور بوجہ غیر مخلوق اور قدیم ہونے کے پرمیشر سے ایسی بے تعلق ہیں کہ اگر اس پرمیشر کا مرنا بھی فرض کر لیں تو ان چیزوں کا کچھ بھی حرج نہیں کیونکہ جس حالت میں پرمیشر ان قوتوں اور طاقتوں کا پیدا کرنیوالا نہیں تو وہ چیزیں اپنی بقا میں بھی پرمیشر کی محتاج نہیں جیسا کہ اپنے پیدا ہونے میں محتاج نہیں اور خدا تعالیٰ کے دو نام ہیں۔ ایک حیّ۔ دوسرا قیوم۔ حیّ کے یہ معنے ہیں کہ خود بخود زندہ اور دوسری چیزوں کو زندگی بخشنے والا۔ اور قیوم کے یہ معنے ہیں کہ اپنی ذات میں آپ قائم اور اپنی پیدا کردہ چیزوں کو اپنے سہارے سے باقی رکھنے والا۔ پس خدا تعالیٰ کے نام قیوم سے وہ چیز فائدہ اٹھا سکتی ہے جو پہلے اس کے نام حیّ سے فائدہ اٹھا چکی ہو کیونکہ خدا تعالیٰ اپنی پیدا کردہ چیزوں کو سہارا دیتا ہے نہ ایسی چیزوں کو جن کے وجود اور ہستی کو اس کا ہاتھ ہی نہیں چھوا۔ پس جو شخص خدا تعالیٰ کو حیّ یعنی پیدا کرنیوالا مانتا ہے اسی کا حق ہے کہ اس کو قیوم بھی مانے یعنی اپنی پیدا کردہ کو اپنی ذات سے سہارا دینے والا۔ لیکن جو شخص خدا تعالیٰ کو حیّ یعنی پیدا کرنے والا نہیں جانتا۔ اس کا حق نہیں ہے کہ اس کی نسبت یہ اعتقاد رکھے کہ وہ ان چیزوں کو ان کے رہنے میں سہارا دینے والا ہے کیونکہ سہارا دینے کے یہ معنے ہیں کہ اگر اس کا سہارا نہ ہو وہ چیزیں معدوم ہو جائیں اور ظاہر ہے کہ جن چیزوں کا اُس کی طرف سے وجود نہیں وہ چیزیں اپنے بقائے وجود میں اُس کی محتاج بھی نہیں ہو سکتیں اور اگر وہ بقائے وجود میں محتاج ہیں تو اُس وجود کی پیدائش میں بھی محتاج ہیں۔ غرض خدا تعالیٰ کے یہ دونوں اسم حیّ و قیوم اپنی تاثیر میں ایک دوسرے سے تعلق رکھتے ہیں کبھی علیحدہ علیحدہ نہیں ہو سکتے۔ پس آریہ صاحبوں کا یہ مذہب ہے کہ خدا روحوں اور ذرات کا پیدا کرنیوالا نہیں وہ اگر عقل اور سمجھ سے کچھ کام لیں تو ان کو اقرار کرنا پڑے گا کہ خدا تعالیٰ ان چیزوں کا قیوم بھی نہیں یعنی وہ یہ نہیں کہہ سکتے کہ خدا تعالیٰ کے سہارے سے ذرات یا ارواح پیدا ہوئے ہیں بلکہ خدا تعالیٰ کے سہارے کی محتاج وہ چیزیں ہیں جو اس کی پیدا کردہ ہیں۔ مگر جو اپنے وجود میں اس کا محتاج نہیں اُسے سہارے کی کیوں حاجت پڑ گئی۔ یہ تو عقلی بے دلیل ہے اور ہم ابھی یہ بھی لکھ چکے ہیں اگر ذرات اور ارواح قدیم سے انادی اور خود بخود مانا جائے تو اس بات پر کوئی دلیل قائم ہو سکتی کہ خدا تعالیٰ کو ان کے پوشیدہ خواص اور دقیق در دقیق طاقتوں اور قوتوں کا علم ہے اور یہ کہنا کہ چونکہ وہ ان کا پرمیشر ہے اس لئے اس کو ان کے پوشیدہ خواص اور طاقتوں کا علم ہے یہ صرف ایک دعویٰ ہے جس پر کوئی دلیل قائم نہیں کی گئی اور کوئی برہان پیش نہیں کی اور نہ کوئی رشتہ عبودیت اور الوہیت کا ثابت کیا گیا

بلکہ وہ ان کا پرمیشر ہی نہیں بھلا جس کا کوئی رشتہ خالق ہونے کا ذرات اور روحوں سے نہیں وہ ان کا پرمیشر کاہے کا ہوا اور کن معنوں سے کہہ سکتے ہیں کہ وہ روحوں اور ذرات کا پرمیشر ہے اور یہ اضافت کس بنا پر ہو سکتی ہے کہ خدا روحوں اور ذرات کا پرمیشر ہے یا تو اضافت ملک کی ہوتی ہے جیسے کہا جاوے کہ غلام زید یعنی زید کا غلام۔ سو مملوک ہونے کی کوئی وجہ چاہئیں اور کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی کہ کیوں آزاد چیزوں کو جو اپنے تئیں قدیم سے آپ رکھتی ہیں۔ پرمیشر کی بلاوجہ ملک قرار دیا جائے اور یا اضافت کسی رشتہ کی وجہ سے ہوتی ہے جیسا کہ کہا جائے کہ پسر زید۔ لیکن جبکہ ارواح اور ذرات کا پرمیشر کے ساتھ کوئی رشتہ عبودیت اور ربوبیت نہیں تو یہ اضافت بھی ناجائز ہے اور اس حالت میں یہ بات بالکل سچ ہے کہ ایسے بے تعلق روحوں کے لئے نہ تو پرمیشر کا وجود بھی کچھ مفید ہے اور نہ اس کا عدم کچھ مضر ہے بلکہ ایسی حالت میں نجات جس کو آریہ سماج والے مکتی کہتے ہیں بالکل غیر ممکن اور ممتنع امر ہے کیونکہ نجات کا تمام مدار خدا تعالیٰ کی محبت ذاتیہ پر ہے اور محبت ذاتیہ اُس محبت کا نام ہے جو روحوں کی فطرت میں خدا تعالیٰ کی طرف سے مخلوق ہو۔ پھر جس حالت میں ارواح پرمیشر کی مخلوق ہی نہیں ہیں تو پھر ان کی فطرتی محبت پرمیشر سے کیونکر ہو سکتی ہو اور کب اور کس وقت پرمیشر نے ان کی فطرت کے اندر ہاتھ ڈال کر یہ محبت اس میں رکھدی یہ تو غیر ممکن ہے وجہ یہ کہ فطرتی محبت اس محبت کا نام ہے جو فطرت کے ساتھ ہمیشہ سے لگی ہوئی ہو اور پیچھے سے لاحق نہ ہو جیسا کہ اسی کی طرف اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں اشارہ فرماتا ہے جیسا کہ اس کا یہ قول ہے۔ الستُ بربکم۔ قالوا بلیٰ۔ یعنی میں نے روحوں سے سوال کیا کہ کیا میں تمہارا پیدا کنندہ نہیں ہوں تو روحوں نے جواب دیا کہ کیوں نہیں اس آیت کا یہ مطلب ہے کہ انسانی روح کی فطرت میں یہ شہادت موجود ہے کہ اس کا خدا پیدا کنندہ ہے۔ پس روح کو اپنے پیدا کنندہ سے طبعاً و فطرتاً محبت ہے۔ اس لئے کہ وہ اسی کی پیدائش ہے اور اسی کی طرف اس دوسری آیت میں اشارہ ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ فطرۃ اللہ التی فطر الناس علیہا۔ یعنی روح کا خدائے واحد لاشریک کا طلبگار رہنا اور بغیر خدا کے وصال کے کسی چیز سے سچی خوش حالی نہ پانا یہ انسانی فطرت میں داخل ہے یعنی خدا نے اس خواہش کو انسانی روح میں پیدا کر رکھا ہے جو انسانی روح کسی چیز سے تسلی اور سکینت بجز وصال الٰہی کے نہیں پا سکتی پس اگر انسانی روح میں یہ خواہش موجود ہے۔ تو ضرور ماننا پڑتا ہے۔ کہ روح خدا کی پیدا کردہ ہے جس نے اس میں یہ خواہش ڈالدی مگر یہ خواہش تو درحقیقت انسانی روح میں موجود ہے اس سے ثابت ہوا کہ انسانی روح درحقیقت خدا کی پیدا کردہ ہے یہ قاعدہ کی بات ہے کہ جس قدر دو چیزوں میں کوئی ذاتی تعلق درمیان ہو اسی قدر ان میں اس تعلق کی وجہ سے محبت بھی پیدا ہو جاتی ہے جیسا کہ ماں کو اپنے بچے سے محبت ہوتی ہے اور بچے کو اپنی ماں سے کیونکہ وہ اس کے خون سے پیدا ہوتا ہے اور اُس کے رحم میں پرورش پائی ہے پس اگر روحوں کو خدا تعالیٰ کے ساتھ کوئی تعلق پیدائش کا درمیان نہیں اور وہ قدیم سے خود بخود ہیں تو عقل قبول نہیں کر سکتی کہ ان کی فطرت میں خدا تعالیٰ کی محبت ہو اور جب ان کی فطرت میں پرمیشر کی محبت نہیں تو وہ کسی طرح نجات پا ہی نہیں سکتیں۔

اصل حقیقت اور اصل سرچشمہ نجات کا محبت ذاتی ہے جو وصال الٰہی تک پہنچاتی ہے وجہ یہ کہ کوئی محب اپنے محبوب سے جدا نہیں رہ سکتا اور چونکہ خدا خود واحد ہے اس لئے اس کی محبت سے نور نجات پیدا ہو جاتا ہے اور وہ محبت جو انسان کی فطرت میں ہے خدا تعالیٰ کی محبت کو اپنی طرف کھینچتی ہے اسی طرح خدا تعالیٰ کی محبت فانی انسان کی محبت ذاتی میں ایک خارق عادت جوش بخشتی ہے اور ان دونوں محبتوں کے ملنے سے ایک فنا کی صورت پیدا ہو کر لقا باللہ کا نور پیدا ہو جاتا ہے اور یہ بات کہ دونوں محبتوں کا باہم ملنا ضروری طور پر اس نتیجہ کو پیدا کرتا ہے کہ ایسے انسان کا انجام فنافی اللہ ہو اور خاکستر کی طرح یہ وجود ہو کر (جو حجاب ہے) سراسر عشق الٰہی میں روح غرق ہو جائے۔ اس کی مثال وہ حالت ہے کہ جب انسان پر آسمان سے صاعقہ پڑتی ہے تو اس آگ کی کشش سے انسان کے بدن کی اندرونی آگ یکدفعہ باہر آجاتی ہے تو اس کا نتیجہ جسمانی فنا ہوتا ہے پس دراصل یہ روحانی موت بھی اسی طرح دو قسم کی آگ کو چاہتی ہے ایک آسمانی آگ اور ایک اندرونی آگ اور دونوں کے ملنے سے وہ فنا پیدا ہو جاتی ہے۔ جس کے بغیر سلوک تمام نہیں ہو سکتا یہی فنا وہ چیز ہے جس

پر سالکوں کا سلوک ختم ہو جاتا ہے اور جو انسانی مجاہدات کی آخری حد ہے۔ اسی فنا کے بعد فضل اور موہبت کے طور پر مرتبہ بقا کا انسان کو حاصل ہوتا ہے۔ اسی کی طرف اس آیت میں اشارہ ہے۔ صراط الذین انعمت علیھم۔ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جس شخص کو یہ مرتبہ ملا انعام کے طور پر ملا۔ یعنی محض فضل سے نہ کسی عمل کا اجر۔ اور یہ عشق الٰہی کا آخری نتیجہ ہے۔ جس سے ہمیشہ کی زندگی حاصل ہوتی ہے اور موت سے نجات ہوتی ہے۔ ہمیشہ کی زندگی بجز خدا تعالیٰ کے کسی کا حق نہیں وہی ہمیشہ زندہ رہنے والا ہے پس انسانوں میں سے اسی انسان کو یہ جاودانی زندگی ملتی ہے جو غیروں کی محبت سے اپنا تعلق توڑ کر اور اپنی محبت ذاتی کے ساتھ خدا تعالیٰ میں فنا ہو کر ظلی طور پر اس سے حیات جاودانی کا حصہ لیتا ہے اور ایسے شخص کو مردہ کہنا ناروا ہے کیونکہ وہ خدا میں ہو کر زندہ ہو گیا ہے۔ مردے وہ لوگ ہیں۔ جو خدا سے دور رہ کر مر گئے۔ پس سخت کافر اور بے دین اور مشرک وہ لوگ ہیں۔ جو بغیر پانے محبت ذاتی اور وصال الٰہی کے تمام ارواح کی نسبت انادی اور قدیم زندگی کے قائل ہیں۔ بلکہ حق تو یہ ہے۔ کہ کسی چیز کو بجز خدا کے کوئی ہستی نہیں محض خدا ہے جس کا نام ہست ہے۔ پھر اس کے زیر سایہ ہو کر اور اس کی محبت میں محو ہو کر واصلوں کی روحیں حقیقی زندگی پاتی ہیں اور اس کے وصال کے بغیر زندگی حاصل نہیں ہو سکتی اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں کافر کا نام مُردے رکھتا ہے اور دوزخیوں کی نسبت فرماتا ہے۔ انہ من یأت ربہ مجرما فان لہ جھنم لا یموت فیھا ولا یحیی۔ یعنی جو شخص مجرم ہونے کی حالت میں اپنے رب کو ملیگا۔ اس کے لئے جہنم ہے نہ اس میں مریگا اور نہ زندہ رہیگا۔ یعنی اس لئے نہیں مریگا کہ دراصل وہ تعبد ابدی کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ لہٰذا اس کا وجود ضروری ہے اور اس کو زندہ بھی نہیں کہہ سکتے کیونکہ حقیقی زندگی وصال الٰہی سے حاصل ہوتی ہے اور حقیقی زندگی عین نجات ہے اور وہ بجز عشق الٰہی اور وصال حضرت عزت کے حاصل نہیں ہو سکتی۔ اگر غیر قوموں کو حقیقی زندگی کی فلاسفی معلوم ہوتی۔ تو وہ کبھی دعویٰ نہ کرتے کہ تمام ارواح خود بخود قدیم سے اپنا وجود رکھتی ہیں۔ اور حقیقی زندگی سے بہرہ ور ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ یہ علوم آسمانی ہیں اور آسمان سے ہی نازل ہوتے ہیں اور آسمانی لوگ ہی ان کی حقیقت کو جانتے ہیں۔ اور دنیا ان سے بے خبر ہے۔

اب ہم پھر اصل مضمون کی طرف رجوع کر کے لکھتے ہیں کہ چشمہ نجات ابدی کا وصال الٰہی ہے اور وہی نجات پاتا ہے کہ جو اس چشمہ سے زندگی کا پانی پیتا ہے اور وہ وصال میسر نہیں آ سکتا۔ جب تک کہ کامل معرفت اور کامل محبت اور کامل صدق اور کامل ایمان نہ ہو اور کامل معرفت کی پہلی نشانی یہ ہے۔ کہ خدا تعالیٰ کے علم کامل پر کوئی داغ نہ لگایا جائے اور ابھی ہم ثابت کر چکے ہیں کہ جو لوگ روحوں اور ذرات اجسام کو انادی اور قدیم جانتے ہیں وہ خدا تعالیٰ کو کامل طور پر عالم الغیب نہیں سمجھتے اسی وجہ سے فلاسفہ ہمالہ یونان کے جو روحوں کو انادی اور قدیم سمجھتے تھے یہ عقیدہ رکھتے تھے جو خدا تعالیٰ کو جزئیات کا علم نہیں۔ کیونکہ جس حالت میں ارواح اور ذرات عالم قدیم اور انادی اور خود بخود ہیں اور ان کے وجود خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں ہیں تو کوئی دلیل اس پر قائم نہیں ہو سکتی کہ ان کی دقیق در دقیق طاقتوں اور قوتوں کا اور پوشیدہ اسرار کا خدا کو علم ہے۔ یہ تو ظاہر ہے۔ کہ وہ علم کامل جو اپنے ہاتھ سے بنائی ہوئی چیزوں کے پوشیدہ حالات کی نسبت مع تمام کیفیات اور تفاصیل کے ہو سکتا ہے۔ اس کے برابر ممکن نہیں کہ دوسری چیزوں کے پوشیدہ حالات بتمام و کمال معلوم ہو سکیں بلکہ دوسرے علوم میں غلطی اور غلطی کا احتمال رہ سکتا ہے۔ پس اس جگہ روحوں اور ذرات کے انادی اور قدیم کہنے والوں کو اقرار کرنا پڑتا ہے کہ وہ علم ارواح اور ذرات کا جو خدا کی شان کے مناسب حال ہو یعنی جیسا کہ خدا کا کامل ہے وہ علم بھی کامل ہو اس عقیدہ کے رو سے (جو روحوں اور ذرات کو قدیم اور انادی جانتے کا عقیدہ ہے ان کے پرمیشر کو حاصل نہیں اور اگر کوئی کہے کہ حاصل ہے تو یہ بار ثبوت اس کے ذمہ ہے کہ دلیل واضح سے اس کو ثابت کرے نہ محض دعویٰ سے ظاہر ہے کہ جس حالت میں روحیں قدیم سے خود بخود اور اپنے وجود کی آپ خدا ہیں تو اس صورت میں گویا وہ تمام روحیں کئی علیحدہ علیحدہ محلہ میں مستقل قبضہ کے ساتھ رہتی ہیں اور پرمیشر علیحدہ رہتا ہے کوئی تعلق درمیان نہیں اور اس امر کی وجہ کچھ نہیں بتلا سکتے کہ تمام روحیں اور تمام ذرات باوجود انادی اور قدیم اور خدا خود بخود ہونے کے پرمیشر کے ماتحت کیونکر ہو گئیں کیا کسی لڑائی اور جنگ کے بعد یہ صورت ظہور میں آئی یا تو خود بخود روحوں نے کچھ مصلحت سوچ کر اطاعت قبول کر لی اور عجیب ان کے عقیدہ کے پرمیشر دیالو اور نیاکاری تو ضرور ہے۔ مگر پھر بھی وہ رحم کرتا ہے نہ انصاف۔ کیونکہ وہ محض اپنی کمزوری پر پردہ ڈالنے کے لئے مکتی یافتہ روحوں کو ہمیشہ کے لئے نجات نہیں دیتا وجہ یہ اگر ہمیشہ کیلئے وہ ان کو نجات دیدے تو اس سے لازم آتا ہے کہ کسی وقت تمام روحیں نجات پا کر بار بار دنیا میں آنے سے فراغت پا جاویں اور پرمیشر کی یہ خواہش ہے کہ دنیا کا سلسلہ ہمیشہ جاری رہے تا اس کی حکومت کی رونق بنی رہے اس لئے وہ کسی روح کو ہمیشہ کی نجات دینا ہی نہیں چاہتا بلکہ گو کوئی روح اوتار یا رشی یا سدھ کے درجہ تک بھی پہنچ گئی ہو پھر بھی بار بار اس کو آواگون کے چکر میں ڈالتا ہے۔ مگر کیا ہم خدا زندقادر اور کریم کی طرف ایسے صفات رذیلہ منسوب کر سکتے ہیں کہ ہمیشہ وہ اپنے بندوں کو دکھ دیکر خوش ہوتا ہے۔ مگر کبھی بھی ان تمام دکھوں کو مٹانا نہیں چاہتا۔ خدائے قدوس اور پاک کی نسبت اس قدر بخل منسوب نہیں ہو سکتا افسوس کہ ایسے بخل کی تعلیم عیسائیوں کی کتابوں میں بھی پائی جاتی ہے وہ اس بات کے قائل ہیں۔ جو شخص عیسیٰ کو خدا نہیں کہے گا وہ جاودانی جہنم میں پڑیگا مگر خدا تعالیٰ نے ہمیں یہ تعلیم نہیں دی بلکہ وہ یہ تعلیم دیتا ہے کہ کفار ایک مدت دراز تک عذاب میں رہ کر آخر وہ خدا تعالیٰ کے رحم سے حصہ لیں گے جیسا کہ حدیثیں بھی ہیں۔ یاتی علی جھنم زمان لیس فیھا احد ونسیم الصبا تحرک ابوابھا۔ یعنی جہنم پر ایک ایسا زمانہ آئیگا کہ اس میں کوئی بھی نہیں ہوگا اور نسیم صبا اس کے کواڑ ہلائیگی۔ اسی کے مطابق قرآن شریف کی آیت ہے الا ما شاء ربک ان ربک فعال لما یرید۔ یعنی دوزخی دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے لیکن جب خدا چاہیگا تو ان کو دوزخ سے مخلصی دیگا کیونکہ تیرا رب جو چاہتا ہے کر سکتا ہے یہ تعلیم خدا تعالیٰ کی صفات کاملہ کے مطابق ہو کیونکہ اس کی صفات جلالی بھی ہیں اور جمالی بھی اور وہی زخمی کرتا ہے اور وہی مرہم لگاتا ہے اور یہ بات نہایت نامعقول اور خدا عزوجل کی صفات کاملہ کے برخلاف ہے کہ دوزخ میں ڈالنے کے بعد ہمیشہ اس کے صفات قہری جلوہ گر ہوتی رہیں اور کبھی صفت رحم اور عفو کی جوش نہ مارے اور صفات کرم اور رحم کے ہمیشہ کے لئے معطل کی طرح رہیں بلکہ جو کچھ خدا تعالیٰ نے اپنی کتاب عزیز میں فرمایا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک مدت دراز تک جس کو انسانی کمزوری کے مناسب حال استعارہ کے رنگ میں ابد کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ دوزخی دوزخ میں رہیں گے اور پھر صفت رحم اور کرم تجلی فرمائیگی۔ اور خدا اپنا ہاتھ دوزخ میں ڈالیگا اور جس قدر خدا کی مٹھی میں آ جاویں گے سب دوزخ سے نکالے جائیں گے۔ پس اس حدیث میں بھی آخر کار سب کی نجات کیطرف اشارہ ہے کیونکہ خدا کی مٹھی خدا کی طرح غیر محدود ہے جس سے کوئی بھی باہر نہیں رہ سکتا۔ یاد رہے کہ جس طرح ستارے ہمیشہ نوبت بہ نوبت طلوع کرتے رہتے ہیں اسی طرح خدا کے صفات بھی طلوع کرتے ہیں کبھی انسان خدا کی صفات جلالیہ اور استغناء ذاتی کی پرتوہ کے نیچے ہوتا ہے اور کبھی صفات جمالیہ کا پرتوہ اس پر پڑتا ہے اسی کی طرف اشارہ ہے جو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کل یوم ھو فی شان۔ پس یہ گستاخی کا خیال ہے کہ ایسا گمان کیا جاوے کہ بعد اس کے کہ مجرم لوگ دوزخ میں ڈالے جائیں گے پھر صفات کرم اور رحم ہمیشہ کے لئے معطل ہو جائیں گی اور کبھی ان کی تجلی نہیں ہوگی کیونکہ صفات الٰہیہ کا تعطل ممتنع ہے بلکہ حقیقی صفت خدا تعالیٰ کی محبت اور رحم ہے اور وہی ام الصفات ہے اور وہی کبھی انسانی اصلاح کے لئے صفات جلالیہ اور غضبیہ کے رنگ میں جوش مارتی ہے اور جب اصلاح ہو جاتی ہے تو محبت اپنے رنگ میں ظاہر ہو جاتی ہے اور پھر بطور موہبت ہمیشہ کے لئے رہتی ہے۔ خدا ایک چڑ چڑے انسان کی طرح نہیں ہے جو خواہ نخواہ عذاب دینے کا شائق ہو اور وہ کسی پر ظلم نہیں کرتا بلکہ لوگ اپنے پر آپ ظلم کرتے ہیں اس کی محبت میں تمام نجات ہے اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ سب لوگ ایک مرتبہ پر ہو جائیں گے۔ بلکہ جن لوگوں نے دنیا میں خدا کو عزیز کر لیا اور خدا کی محبت میں محو ہو گئے

ؔ انسان چونکہ بوجہ اپنی بشریت کی کمزوری کے ایسے اعمال بجا نہیں لا سکتا جن کی انتہا اور غیر محدود نعمتوں کا حق دار ہو جائے اور بغیر حصول ان نعمتوں کے سچی اور حقیقی نجات پا ہی نہیں سکتا اس لئے انسان جب اپنی قوت اور طاقت کی حد تک مجاہدہ اور جب تپ کر لیتا ہے تب عنایت الٰہی اس کی کمزوری پر رحم کر کے محض فضل سے اس کی دستگیری کرتی ہے اور رحمت کے طور پر وصال الٰہی کا وہ انعام اس کو دیتی ہے جو پہلے اس سے راستبازوں کو دیا گیا تھا۔ منہ

یہ تو آریہ سماج والوں کی خدادانی کی تعلیم ہے اور اس تعلیم کی رو سے ... ہر ایک جو خدادانی ...
جناب ... کی عزت پاتا ہے ... [illegible] ...
اس کی ... کے لائق نہیں ... بلکہ ... عزت ... [illegible] ...
ان ... پرمیشر کا ... اور ... اور ایسا ... اور پھر اواگون کے چکر میں ...
کیونکہ اواگون ... جاودانی نجات کبھی اس کو نصیب نہیں ... ہمیشہ ... کا دھندہ پھر ...
بعد ... اواگون کے عذاب کا دھندہ غرض یہ تو خدا تعالیٰ ... اور ایک طرف تمام ارواح
اور ذرات قدیم اور خود بخود ہونے میں اس کے شریک ٹھہرائے گئے ... دوسری طرف پرمیشر ...
بخیل قرار دیا گیا کہ باوجودیکہ طاقت رکھتا ہے اور سب ... مگر پھر بھی کسی کو نجات ابدی دینا
نہیں چاہتا۔

پھر انسان کو پاک ہونے کے بارے میں جو کچھ وید نے سکھلایا ہے اس کی تمام حقیقت تو
نیوگ کی تعلیم سے بخوبی ظاہر ہوتی ہے جس کا ماحصل یہ ہے کہ آریہ اپنی منکوحہ عورت کو اولاد کی خواہش
سے کسی دوسرے مرد سے ہم بستر کرا سکتا ہے اور جب تک وہ عورت ... کام سے گیارہ بچے حاصل
نہ کرے وہ اس ... ہر روز ہم بستر رہ سکتی ہے۔ اب ہم اس جملہ معترضہ سے اپنے اصل مطلب کی طرف
آتے ہیں اور وہ یہ کہ آریوں کے اصول کے مطابق ان کا پرمیشر عالم الغیب نہیں ہو سکتا اور ان کے پاس
پرمیشر کے عالم الغیب ہونے پر کوئی دلیل نہیں۔

ایسا ہی عیسائی عقیدہ کے رو سے خدا تعالیٰ عالم الغیب نہیں ہے کیونکہ جس حالت میں حضرت
عیسیٰ کو خدا قرار دیا گیا ہے اور وہ خود اقرار کرتے ہیں کہ میں جو خدا کا بیٹا ہوں مجھے قیامت کا علم نہیں ہے
پس اس سے بجز اس کے کیا نتیجہ نکل سکتا ہے کہ خدا کو قیامت کا علم نہیں کہ کب آوے گی۔

پھر دوسری شاخ معرفت صحیحہ کی خدا تعالیٰ کی کامل قدرت کا شناخت کرنا ہے لیکن اس شاخ
میں بھی آریہ سماج والے اور حضرات پادریان اپنے خدا پر داغ لگا رہے ہیں۔ آریہ سماج والے اس طرح
سے کہ وہ اپنے پرمیشر کو روحوں اور ذرات عالم کے پیدا کرنے پر قادر ہی نہیں جانتے اور نہ اس بات پر
قادر سمجھتے ہیں کہ ان کا پرمیشر کسی روح کو جاودانی مکتی دے سکے۔

ایسا ہی حضرات پادری صاحبان بھی اپنے خدا کو قادر نہیں سمجھتے کیونکہ ان کا خدا اپنے مخالفوں
کے ہاتھ سے مار کھاتا رہا ... میں داخل کیا گیا۔ کوڑے لگے۔ صلیب پر کھینچا گیا اگر وہ قادر ہوتا تو
اپنی ذلتیں باوجود خدا ہونے کے ہرگز نہ اٹھاتا اور نیز اگر وہ قادر ہوتا تو اس کے لئے کیا ضرورت تھی کہ اپنے
بندوں کو نجات دینے کے لئے یہ تجویز سوچتا کہ آپ مر جاوے اور اس طریق سے بندے رہائی پاویں۔ جو
شخص خدا ہو کر تین دن تک مرا رہا اس کی قدرت کا نام لینا ہی قابل شرم بات ہے اور یہ عجیب بات ہے کہ
خدا تو تین دن تک مرا رہا لیکن اس کے بندے تین دن تک بغیر خدا کے ہی جیتے رہے۔

اور پھر ان لوگوں کی توحید کا یہ حال ہے کہ آریہ سماج والے تو ذرہ ذرہ اور تمام ارواح کو خود بخود موجود
ہونے میں اپنے پرمیشر کے شریک ٹھہراتے ہیں اور ان کے وجود اور بقاء کو محض انہیں کی طاقت اور
قوت کی طرف منسوب کرتے ہیں اور یہ محض شرک ہے۔

رہے عیسائی سو ان کا یہ حال ہے کہ وہ صریح توحید کے برخلاف عقیدہ رکھتے ہیں یعنی وہ تین خدا
مانتے ہیں یعنی باپ بیٹا روح القدس اور یہ جو بیان کیا جاتا ہے کہ وہ تینوں کو ایک جانتے ہیں ایسے
بیہودہ ... کوئی عاقل تسلیم نہیں کر سکتا ... جبکہ ... مستقل طور پر علیحدہ علیحدہ وجود رکھتے ہیں
... خدا ہیں ... تین ... ہو سکتے ہیں ... قسم کا حساب
... صحیح ... کہ کوئی منطق یا فلاسفی سمجھا سکتی ہے کہ ایسے مستقل تین ایک کیونکر
ہو گئے ... ہے کہ جو انسانی عقل سے برتر ہے ... کیا انسانی عقل خوب
جانتی ہے کہ اگر تین کو تین کامل خدا کہا گیا تو تین ... کامل کہو ... بہرحال تین ... پڑھے گا نہ ایک۔ اور اس تثلیث
کے عقیدہ کو نہ صرف قرآن شریف رد کرتا ہے بلکہ توریت بھی رد کرتی ہے کیونکہ وہ توریت جو موسیٰ کو
دی گئی تھی اس میں اس تثلیث کا کچھ بھی ذکر نہیں اشارہ تک نہیں ... ظاہر ہے کہ اگر توریت میں بھی
ان خداؤں کی نسبت تعلیم ہوتی تو ہرگز ممکن تھا کہ یہودی اس تعلیم کو فراموش کر دیتے کیونکہ اول تو
یہودیوں کو توحید کی تعلیم یاد رکھنے کے لئے سخت تاکید کی گئی تھی یہاں تک کہ حکم تھا کہ ہر ایک یہودی اس
تعلیم کو حفظ کرے اور اپنے گھر کے چوکھٹوں پر اس کو لکھ چھوڑے اور اپنے بچوں کو سکھاوے پھر علاوہ اس
کے ... توحید کی تعلیم کے یاد دلانے کے لئے متواتر خدا تعالیٰ کے نبی ... میں آتے رہے اور وہی
تعلیم سکھلاتے رہے پس یہ امر بالکل غیر ممکن اور محال تھا کہ یہودی لوگ باوجود اس قدر تاکید اور اس قدر
تواتر انبیاء کے تثلیث کی تعلیم کو بھول جاتے اور بجائے اس کے کہ توحید ... کتابوں میں لکھ لیتے
اور وہی بچوں کو سکھاتے اور آنے والے صدہا نبی بھی اسی توحید کی تعلیم ... تازہ کرتے۔ ایسا خیال تو
سراسر خلاف عقل و قیاس ہے۔ میں نے اس بارہ میں خود کوشش کر کے ... یہودیوں سے حلفاً دریافت
کیا تھا کہ توریت میں خدا تعالیٰ کے بارے میں آپ لوگوں کو کیا تعلیم دی گئی تھی کیا تثلیث کی تعلیم دی
گئی تھی یا کوئی اور۔ تو ان یہودیوں نے مجھے خط لکھے جو اب تک میرے پاس موجود ہیں اور ان خطوں
میں بیان کیا کہ توریت میں تثلیث کی تعلیم کا نام و نشان نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کے بارہ میں توریت کی وہی
تعلیم ہے جو قرآن کی تعلیم ہے۔ پس افسوس ہے ایسی قوم پر جو ایسے اعتقاد پر اڑ رہی ہے کہ نہ تو وہ تعلیم توریت
میں موجود ہے اور نہ قرآن شریف میں ہے بلکہ سچ تو یہ ہے کہ تثلیث کی تعلیم انجیل میں بھی موجود نہیں
انجیل میں بھی جہاں جہاں تعلیم کا بیان ہے ان تمام مقامات میں تثلیث کی نسبت اشارہ تک نہیں
بلکہ خدائے واحد لاشریک کی تعلیم دیتی ہے چنانچہ بڑے بڑے معاند پادریوں کو یہ بات ماننی پڑی ہے
کہ انجیل میں تثلیث کی تعلیم نہیں اب یہ سوال ہو گا کہ عیسائی مذہب میں تثلیث کہاں سے آئی سو اس کا
جواب محقق عیسائیوں نے یہ دیا ہے کہ یہ تثلیث یونانی عقیدہ سے لی گئی ہے۔ یونانی لوگ تین دیوتاؤں
کو مانتے تھے جس طرح ہندو ترے مورتی کے قائل ہیں اور جب پولوس نے یہودیوں کی طرف رخ کیا
اور چاہا کہ وہ یہ چاہتا تھا کہ کسی طرح یونانیوں کو عیسائی مذہب میں داخل کرے۔ اس لئے اس نے یونانیوں
کے خوش کرنے کے لئے بجائے تین دیوتاؤں کے تین اقنوم اس مذہب میں قائم کر دیئے ورنہ حضرت عیسیٰ

ہو شکر کا مقام ہے کہ ہمارا خدا ہمیشہ اپنی قدرت کے نمونے ہمیں دکھاتا ہے تا ہمیشہ ہمارا ایمان تازہ ہو جیسا کہ اس ۴ اپریل ۱۹۰۵ء
کے زلزلہ سے پہلے چار دفعہ متفرق زمانوں میں مجھے اپنی وحی کے ذریعہ سے اطلاع دی کہ پنجاب میں ایک سخت زلزلہ آنیوالا ہے
سو وہ شدید زلزلہ ۴ اپریل ۱۹۰۵ء کو منگل کی صبح کو آ گیا اور وہ موسم بہار تھا اور پھر اس خدائے قادر نے مجھے اطلاع
دی کہ پھر موسم بہار میں شدید زلزلے آنیوالے ہیں سو ۲۸ فروری ۱۹۰۶ء کو عین موسم بہار میں ایک شدید زلزلہ
آیا چنانچہ کوہ منصوری میں اس قدر اس کا صدمہ محسوس ہوا کہ لوگ بے حواس ہو گئے اور انہیں ایام میں امریکہ کے
بعض حصوں میں بھی ایک شدید زلزلہ آیا جس سے کئی شہر ہلاک ہو گئے پس خدا درحقیقت وہی خدا ہے جو اب بھی اپنی وحی کے
ذریعہ سے اپنی زندہ قدرتیں ہم پر ظاہر کرتا ہے اور ایسی ہزارہا پیشگوئیاں ہیں جو خدا کی وحی ... مجھ سے ظہور

حاشیہ کالم اول۔ وہ اعتقاد جو قرآن شریف نے سکھایا ہے یہ ہے کہ جیسا کہ خدا نے ارواح کو
پیدا کیا ہے ایسا ہی وہ ان کے معدوم کرنے پر بھی قادر ہے اور انسانی روح اس کی موہبت اور فضل سے ابدی
حیات پاتی ہے نہ اپنی ذاتی قدرت سے یہی وجہ ہے کہ جو لوگ اپنے خدا کی پوری محبت اور پوری اطاعت اختیار
کرتے ہیں اور پورے صدق اور وفاداری سے اس کے آستانہ پر جھکتے ہیں ان کو خاص طور پر ایک کامل زندگی بخشی جاتی
ہے۔ اور ان کے فطرتی حواس میں بھی بہت تیزی عطا کی جاتی ہے اور ان کی فطرت کو ایک نور بخشا جاتا ہے
جس نور کی وجہ سے ایک فوق العادت روحانیت ان میں جوش مارتی ہے اور تمام روحانی طاقتیں جو دنیا میں وہ رکھتے
تھے موت کے بعد بہت وسیع کی جاتی ہیں اور نیز مرنے کے بعد وہ اپنی خداداد مناسبت کی وجہ سے جو حضرت عزت
سے رکھتے ہیں آسمان پر اٹھائے جاتے ہیں جس کو شریعت کی اصطلاح میں رفع کہتے ہیں لیکن جو مومن نہیں ہیں
اور جو خدا تعالیٰ سے صاف تعلقات نہیں رکھتے یہ زندگی ان کو نہیں ملتی اور نہ یہ صفات ان کو حاصل ہوتی
ہیں اس لئے وہ لوگ مردہ کے حکم میں ہوتے ہیں پس اگر خدا تعالیٰ روحوں کا پیدا کرنے والا نہ ہوتا تو وہ اپنے
قادرانہ تصرف سے مومن اور غیر مومن میں یہ فرق دکھلا نہ سکتا۔ منہ

کی بلکہ کبھی معلوم نہ تھا کہ اقنوم کس چیز کا نام ہے اُن کی تعلیم خدا تعالیٰ کی نسبت تمام نبیوں کی طرح ایک سادہ تعلیم تھی کہ خدا واحد لاشریک ہے۔ پس یاد رکھنا چاہئیے کہ یہ مذہب جو عیسائی مذہب کے نام سے شہرت دیا جاتا ہے۔ دراصل پولوسی مذہب ہے نہ مسیحی۔ کیونکہ حضرت مسیحؑ نے کسی جگہ تثلیث کی تعلیم نہیں دی اور وہ جب تک زندہ رہے۔ خدائے واحد لاشریک کی تعلیم دیتے رہے اور بعد انکی وفات کے ان کا بھائی یعقوب بھی جو اُن کا جانشین تھا اور ایک بزرگوار انسان تھا توحید کی تعلیم دیتا رہا۔ اور پولوس نے خواہ نخواہ اس بزرگ سے مخالفت شروع کردی اور اس کے عقائد مخالف تعلیم دینا شروع کیا۔ اور انجام کار پولوس اپنے خیالات میں یہاں تک بڑھا کہ ایک نیا مذہب قائم کیا اور توریت کی پیروی سے اپنی جماعت کو بکلی علیحدہ کر دیا اور تعلیم دی کہ مسیحی مذہب میں مسیح کے کفارہ کے بعد شریعت کی ضرورت نہیں اور خون مسیح گناہوں کے دور کرنے کے لئے کافی ہے۔ توریت کی پیروی ضروری نہیں اور پھر ایک اور گند اس مذہب میں ڈالدیا کہ ان کے لئے سؤر کھانا حلال کر دیا۔ حالانکہ حضرت مسیحؑ انجیل میں سؤر کو ناپاک قرار دیتے ہیں تبھی تو انجیل میں ان کا قول ہے کہ اپنے موتی سؤروں کے آگے مت پھینکو۔ پس جبکہ پاک تعلیم کا نام حضرت مسیحؑ نے موتی رکھا ہے تو اس مقابلہ سے صریح معلوم ہوتا ہے کہ پلید کا نام انہوں نے سؤر رکھا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ یونانی سؤر کو کھایا کرتے تھے جیسا کہ آج کل تمام یورپ کے لوگ سؤر کھاتے ہیں اس لئے پولوس نے یونانیوں کے تالیف قلوب کے لئے سؤر بھی اپنی جماعت کے لئے حلال کر دیا حالانکہ توریت میں لکھا ہے کہ وہ ابدی حرام ہے اور اس کا چھونا بھی ناجائز ہے۔ غرض اس مذہب میں تمام خرابیاں پولوس سے پیدا ہوئیں۔ حضرت مسیحؑ تو وہ بےنفس انسان تھے جنہوں نے یہ بھی نہ چاہا کہ کوئی ان کو نیک انسان کہے۔ مگر پولوس نے ان کو خدا بنا دیا جیسا کہ انجیل میں لکھا ہے کہ کسی نے حضرت مسیح کو کہا کہ اے نیک استاد انہوں نے اس کو کہا کہ تو مجھے کیوں نیک کہتا ہے ان کا وہ کلمہ جو صلیب پر چڑھائے جانے کے وقت ان کے مُنہ سے نکلا کیسا توحید پر دلالت کرتا ہے کہ انہوں نے نہایت عاجزی سے کہا۔ ایلی ایلی لما سبقتانی۔ یعنی اے میرے خدا اے میرے خدا تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا کیا جو شخص اس عاجزی سے خدا کو پکارتا ہے اور اقرار کرتا ہے کہ خدا میرا رب ہے اس کی نسبت کوئی عقلمند گمان کر سکتا ہے کہ اس نے درحقیقت خدائی کا دعویٰ کیا تھا۔ اصل بات یہ ہے کہ جن لوگوں کو خدا تعالیٰ سے محبت ذاتیہ کا تعلق ہوتا ہے بسا اوقات استعارہ کے رنگ میں خدا تعالیٰ ان سے ایسے کلمات ان کی نسبت کہلا دیتا ہے کہ نادان لوگ ان کی ان کلموں سے خدائی ثابت کرنا چاہتے ہیں چنانچہ میری نسبت مسیح سے بھی زیادہ وہ کلمات فرمائے گئے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ مجھے مخاطب کرکے فرماتا ہے۔ یا قمر یا شمس انت منی و انا منک۔

ایک دفعہ میں نے کشفی رنگ میں دیکھا کہ میں نے نئی زمین اور نیا آسمان پیدا کیا اور پھر میں نے کہا کہ آؤ اب انسان کو پیدا کریں۔ اس پر نادان مولویوں نے شور مچایا کہ دیکھو اب اس شخص نے خدائی کا دعویٰ کیا حالانکہ اس کشف سے یہ مطلب تھا کہ خدا میرے ہاتھ پر ایک ایسی تبدیلی پیدا کریگا کہ گویا آسمان اور زمین نئے ہو جائیں گے اور حقیقی انسان پیدا ہوں گے اسی طرح ایک دفعہ مجھ کو خدا نے مخاطب کرکے فرمایا۔ انت منی بمنزلۃ اولادی۔ انت منی بمنزلۃ لا یعلمھا الخلق۔ یعنی تو مجھ سے بمنزلہ اولاد کے ہے اور تجھے مجھ سے وہ نسبت ہے جس کو دنیا نہیں جانتی تب مولویوں نے اپنے کپڑے پھاڑے کہ اب کفر میں کیا شک رہا۔ اور اس آیت کو بھول گئے۔ فاذکروا اللہ کذکرکم آبائکم۔ منہ

یعنی اے چاند اور اے سورج تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے۔ اب اس فقرہ کو جو شخص چاہے اپنی طرف کھینچ لے مگر اصل معنے اس کے یہ ہیں کہ اول خدا نے مجھے قمر بنایا کیونکہ میں قمر کی طرح اس حقیقی شمس سے ظاہر ہوا اور پھر آپ قمر بنا کیونکہ میرے ذریعہ سے اس کی جلال کی روشنی ظاہر ہوئی اور ہوگی۔ یعقوب حضرت عیسیٰ کا بھائی جو مریم کا بیٹا تھا وہ درحقیقت ایک راستباز آدمی تھا وہ تمام باتوں میں توریت پر عمل کرتا تھا اور خدا کو واحد لاشریک جانتا تھا اور سؤر کو حرام سمجھتا تھا اور یہودیوں کی طرح بیت المقدس کی طرف نماز پڑھتا تھا اور جیسا کہ چاہئیے تھا وہ اپنے تئیں ایک یہودی سمجھتا تھا صرف یہ تھا کہ حضرت عیسیٰ کی نبوت پر ایمان رکھتا تھا لیکن پولوس نے بیت المقدس سے بھی نفرت دلائی آخر خدا تعالیٰ کی غیرت نے اسکو پکڑا اور ایک بادشاہ نے اسکو سولی دیدیا اور اس طرح پر اس کا خاتمہ ہوا حضرت عیسیٰ علیہ السلام چونکہ صادق اور خدا تعالیٰ کی طرف سے تھے اس لئے وہ سولی سے نجات پا گئے اور خدا تعالیٰ نے ان کو سولی پر سے زندہ بچا لیا لیکن چونکہ پولوس نے سچائی کو چھوڑ دیا اس لئے وہ لکڑی پر لٹکایا گیا۔ یاد رہے کہ پولوس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی میں ان کا جانی دشمن تھا اور پھر آپ کی وفات کے بعد جیسا کہ یہودیوں کی تاریخ میں لکھا ہے اس کے عیسائی ہونے کا موجب اس کی اپنی بعض نفسانی اغراض تھیں جو یہودیوں سے وہ پوری نہ ہو سکیں اس لئے وہ انکو خرابی پہنچانے کے لئے عیسائی ہوگیا اور ظاہر کیا کہ مجھے کشف کے طور پر حضرت مسیحؑ ملے ہیں اور میں ان پر ایمان لایا ہوں اور اس نے پہلے پہل تثلیث کا خراب پودہ دمشق میں لگایا اور یہ پولوسی تثلیث دمشق سے ہی شروع ہوئی اسی کی طرف سے احادیث نبویہ میں اشارہ کرکے کہا گیا کہ آنے والا مسیح دمشق کی مشرقی طرف نازل ہوگا یعنی اس کے آنے سے تثلیث کا خاتمہ ہوگا اور انسانی دل توحید کی طرف رغبت کر جائیں گے اور مشرقی طرف سے مسیح کا نازل ہونا اس کے غلبہ کی طرف اشارہ ہے کیونکہ روشنی جب ظاہر ہوتی ہے تو تاریکی پر غالب آجاتی ہے۔ اور صاف ظاہر ہے کہ اگر پولوس حضرت مسیح کے بعد ایک رسول کے رنگ میں ظاہر ہونے والا تھا جیسا کہ خیال کیا گیا ہے تو ضرور حضرت مسیح اس کی نسبت کچھ خبر دیتے خاص کرکے اس وجہ سے تو خبر دینا نہایت ضروری تھا کہ جبکہ پولوس حضرت عیسیٰ کی حیات کے تمام زمانہ میں حضرت عیسیٰ سے سخت برگشتہ رہا اور ان کو دکھ دینے کے لئے طرح طرح کے منصوبے کرتا رہا تو ایسا شخص ان کی وفات کے بعد کیونکر امین سمجھا جا سکتا ہے بجز اس کے کہ خود حضرت مسیح کی طرف سے اس کی نسبت کھلی کھلی پیشگوئی پائی جاتی اور اس میں صاف طور پر درج ہو کہ اگرچہ پولوس میری حیات میں میرا سخت مخالف رہا ہے اور مجھے دکھ دیتا رہا ہے لیکن میرے بعد وہ خدا تعالیٰ کا رسول اور نہایت مقدس آدمی ہو جائیگا بالخصوص یہ کہ پولوس ایسا آدمی تھا کہ اس نے موسیٰ کی توریت کو برخلاف اپنی طرف سے نئی تعلیم بنا کر چلا دیا ختنہ کی رسم توریت میں ایک ابدی رسم تھی اور تمام نبیوں کا ختنہ ہوا تھا اور خود حضرت مسیحؑ کا بھی ختنہ ہوا تھا وہ ہم حکم الٰہی منسوخ کر دیا اور توریت کی توحید کی جگہ تثلیث قائم کردی اور توریت کے احکام پر عمل کرنا غیر ضروری ٹھہرایا اور بیت المقدس سے بھی انحراف کیا تو ایسے آدمی کی نسبت جس نے موسوی شریعت کو زیر و زبر کر دیا ضرور کوئی پیشگوئی چاہئیے تھی پس جبکہ انجیل میں پولوس کے رسول ہونے کے بارے میں خبر نہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے اسکی عداوت ثابت اور توریت کے ابدی احکام کا وہ مخالف تو اس کو کیوں اپنا مذہبی پیشوا بنایا گیا کیا اس پر کوئی دلیل ہے؟ اور پھر معرفت کے بعد بڑی ضروری نجات کے لئے محبت الٰہی ہے یہ بات نہایت واضح اور بدیہی ہے کہ کوئی شخص اپنی محبت کسی کو دنیا میں جتا نہیں سکتا جب تک محبت کو ... کسی اور اپنی طرف نہیں کھینچتی ہے جس شخص کو کوئی سچے دل سے محبت کرتا ہے گویا تعجب کرتا ہے کہ وہ دوسرا شخص بھی جس سے محبت کی گئی ہو اس سے دشمنی نہیں کر سکتا بلکہ ... اس شخص کو جو ... وہ اپنے دل میں محبت

دیکھو قادیان جو میری ... جگہ ہے وہ دمشق کی مشرقی طرف ہے سو آج وہ پیشگوئی پوری ہوئی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی تھی۔ منہ

رکھتا ہے اپنی اس محبت کے اطلاع بھی نہ دے تب بھی اس قدر اثر تو ضرور ہوگا کہ وہ اس سے دشمنی نہیں کر سکتا اسی بنا پر کہا گیا ہے کہ دل کو دل سے راہ ہوتا ہے اور خدا کے نبیوں اور رسولوں میں جو ایک قوت جذب اور کشش پائی جاتی ہے اور ہزارہا لوگ ان کی طرف کھنچے جاتے اور ان سے محبت کرتے ہیں یہاں تک کہ اپنی جان بھی ان پر فدا کرنا چاہتے ہیں اس کا سبب یہی ہے کہ نبی نوع کی بھلائی اور ہمدردی ان کے دل میں ہوتی ہے یہانتک کہ وہ ماں سے بھی زیادہ انسانوں سے پیار کرتے ہیں اور اپنے تئیں دکھ اور درد میں ڈالکر بھی ان کی آرام کے خواہشمند ہوتے ہیں آخر ان کی سچی کشش سعید دلوں کو اپنی طرف کھینچنا شروع کر دیتی ہے پھر جبکہ انسان باوجودیکہ وہ عالم الغیب نہیں دوسرے شخص کی مخفی محبت پر اطلاع پالیتا ہے تو پھر کیونکر خدا تعالیٰ جو عالم الغیب ہے کسی کی خالص محبت سے بے خبر رہ سکتا ہے محبت عجیب چیز ہے اسکی آگ گناہوں کی آگ کو جلاتی اور معصیت کے شعلہ کو بھسم کر دیتی ہے سچی اور صافی اور کامل محبت کے ساتھ عذاب جمع ہو ہی نہیں سکتا اور سچی محبت کے علامات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اس کی فطرت میں یہ بات منقوش ہوتی ہے کہ اپنی محبوب کے قطع تعلق کا اس کو نہایت خوف ہوتا ہے اور ایک ادنیٰ سے ادنیٰ تقصیر کے ساتھ اپنے تئیں ہلاک شدہ سمجھتا ہے اور اپنی محبوب کی مخالفت اپنے لئے ایک زہر خیال کرتا ہے اور نیز اپنی محبوب کے وصال کی پانے کے لئے نہایت بیتاب رہتا ہے اور بعد اور دوری کی شدت ایسا گداز ہوتا ہے کہ بس مرہی جاتا ہے اس لئے وہ صرف ان باتوں کو گناہ نہیں سمجھتا کہ جو عوام سمجھتے ہیں کہ قتل نہ کرے خون نہ کرے زنا نہ کرے چوری نہ کرے جھوٹی گواہی نہ دے بلکہ وہ ادنیٰ غفلت کو اور ادنیٰ التفات کو جو خدا کو چھوڑ کر غیر کی طرف کیا جائے ایک کبیرہ گناہ خیال کرتا ہے اس لئے اپنے محبوب ازلی کی جناب میں دوام استغفار اس کا ورد ہوتا ہے اور چونکہ اس بات پر اس کی فطرت راضی نہیں ہوتی کہ وہ کبھی اور کسی وقت بھی خدا تعالیٰ سے الگ ہو اس لئے بشریت کے تقاضا سے ایک ذرہ غفلت بھی اگر صادر ہو تو اس کو ایک پہاڑ کی طرح گناہ سمجھتا ہے یہی بھید ہے کہ خدا تعالیٰ سے پاک اور کامل تعلق رکھنے والے ہمیشہ استغفار میں مشغول رہتے ہیں کیونکہ یہ محبت کا تقاضا ہے کہ ایک محب صادق کو ہمیشہ یہ فکر لگی رہتی ہے کہ اس کا محبوب اس پر ناراض نہ ہو جائے اور چونکہ اس کے دل میں ایک پیاس لگا دی جاتی ہے کہ خدا کامل طور پر اس سے راضی ہو اس لئے اگر خدا تعالیٰ یہ بھی کہے کہ میں تجھ سے راضی ہوں تب بھی وہ اس پر صبر نہیں کر سکتا کیونکہ جیسا کہ شراب کے دور کے وقت ایک شراب پینے والا ہر دم ایک مرتبہ پی کر پھر دوسری مرتبہ مانگتا ہے اسی طرح جب انسان کے اندر محبت کا چشمہ جوش مارتا ہے تو وہ محبت طبعاً یہ تقاضا کرتی ہے کہ زیادہ سے زیادہ خدا تعالیٰ کی رضا حاصل ہو۔ پس محبت کی کثرت کی وجہ سے استغفار کی بھی کثرت ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ خدا سے کامل طور پر پیار کرنیوالے ہر دم اور ہر لحظہ استغفار کو اپنا ورد رکھتے ہیں اور سب سے بڑھ کر معصوم کی یہی نشانی ہے کہ وہ سب سے زیادہ استغفار میں مشغول رہے اور استغفار کے حقیقی معنے یہ ہیں کہ ہر ایک لغزش اور قصور جو بوجہ ضعف بشریت انسان سے صادر ہو سکتی ہے اس امکانی کمزوری کو دور کرنے کے لئے خدا سے مدد مانگی جائے تا خدا کے فضل سے وہ کمزوری ظہور میں نہ آوے اور مستور و مخفی رہے۔ پھر بعد اس کے استغفار کے معنے عام لوگوں کے لئے وسیع کئے گئے اور یہ امر بھی استغفار میں داخل ہوا کہ جو کچھ لغزش اور قصور صادر ہو چکا خدا تعالیٰ اس کے بد نتائج اور زہریلی تاثیرات سے دنیا اور آخرت میں محفوظ رکھے پس نجات حقیقی کا سرچشمہ محبت ذاتی خدا عز و جل کی ہے جو عجز و نیاز اور دائمی استغفار کے ذریعہ سے خدا تعالیٰ کی محبت کو اپنی طرف کھینچتی ہے اور جب انسان کمال درجہ تک اپنی محبت کو پہنچاتا ہے اور محبت کی آگ سے اپنی جذبات نفسانیت کو جلا دیتا ہے تب یکدفعہ ایک شعلہ کی طرح خدا تعالیٰ کی محبت جو خدا تعالیٰ اس سے کرتا ہے اس کے دل پر گرتی ہے اور اس کو سفلی زندگی کے گندوں سے باہر لے آتی ہے اور خدائے حی و قیوم کی پاکیزگی کا

[illegible]

اب پھر ہم اصل کلام کی طرف رجوع کر کے کہتے ہیں کہ نجات کا سرچشمہ جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں محبت اور معرفت ہے اور معرفت ایک ایسی چیز ہے کہ جسقدر معرفت زیادہ ہوتی ہے اسیقدر محبت بھی زیادہ ہوتی ہے کیونکہ محبت کے جوش مارنے کا باعث حسن یا احسان ہے یہ دونوں چیزیں ایسی ہیں جن کی وجہ سے محبت جوش مارتی ہے پس جبکہ انسان کو خدا تعالیٰ کی حسن اور احسان کا علم ہوتا ہے اور وہ اسبات کا مشاہدہ کر لیتا ہے کہ ہمارا خدا اپنی نامحدود ذاتی خوبیوں کی وجہ سے کیسا حسین ہے اور پھر کس طرح پر اس کے نامتناہی احسان ہمیں احاطہ کر رہے ہیں تو اس علم کو بعد بالطبع انسان کی وہ محبت جو ازل سے اسکی فطرت میں مرکوز ہے جوش مارتی ہے اور جیسا کہ خدا تعالیٰ سب سے زیادہ جمال اور کمال سے متصف اور متواتر احسان اور فیضان کی صفت سے موصوف ہے ایسا ہی بندہ جو اس کا طالب ہے معرفت ان صفات کے اس سے ایسی محبت کرتا ہے کہ کسی کو اسکا ثانی نہیں سمجھتا ہے نہ صرف زبان سے بلکہ عملی طور پر اس کو وحدہ لاشریک جانتا ہے اور اسکی خوبیوں اور اخلاق کا عاشق ہو جاتا ہے اور گو محبت الٰہی کا تخم ازل سے [illegible]

[illegible]

رنگ اس کے تصرف میں پڑ جاتا ہے بلکہ تمام صفات [illegible] ظلی طور پر اس کو حاصل [illegible] تب وہ تجلیات الٰہیہ کا مظہر ہو جاتا ہے اور [illegible] ربوبیت [illegible] ہے اس کے ذریعہ سے وہ اسرار اب میں ظاہر ہوتے ہیں چونکہ وہ خدا جس نے اس دنیا کو پیدا کیا ہے بخیل نہیں ہے چنانکہ اس کے فیوض دائمی ہیں اور اس کی اسماء اور صفات کبھی معطل نہیں ہو سکتے اس لئے وہ بشرط تقویٰ اور مجاہدہ جو کچھ اولین کو دیا ہے آخرین کو بھی دیتا ہے جیسا کہ خود اس نے قرآن شریف میں دعا سکھلائی ہے۔ اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم یعنی اے ہمارے خدا ہمیں وہ سیدھی راہ دکھلا جو ان لوگوں کی راہ ہے جن پر تیرا فضل اور انعام ہوا۔ اس آیت سے یہ مطلب ہے کہ وہی فضل اور انعام جو تمام نبیوں اور صدیقوں پر پہلے ہو چکا ہے وہ ہم پر بھی کر اور اپنے فضل سے ہمیں محروم نہ رکھ۔ یہ آیت اس امت کو اس قدر عظیم الشان امید دلاتی ہے جسمیں گذشتہ امتیں شریک نہیں ہیں کیونکہ تمام انبیاء کے متفرق کمالات تھے اور متفرق طور پر ان پر فضل اور انعام ہوا اب اس امت کو یہ دعا سکھلائی گئی کہ ان تمام متفرق کمالات کو مجھ سے طلب کرو۔ پس ظاہر ہے کہ جب متفرق کمالات ایک جگہ جمع ہو جائیں گے تو وہ مجموعہ متفرق کی نسبت بہت بڑھ جائیگا اسی بناپر کہا گیا کہ کنتم خیر امۃ اخرجت للناس یعنی تم اپنے کمالات کی رو سے سب امتوں سے بہتر ہو۔

اب یہ بھی جاننا چاہئے کہ یہ کمالات متفرقہ اس امت میں جمع کرنیکا کیوں وعدہ دیا گیا اس میں بھید یہ ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جامع کمالات متفرقہ ہیں جیسا کہ قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فبھداھم اقتدہ یعنی تمام نبیوں کو جو ہدایتیں ملی تھیں ان سب کا اقتدا کر۔ پس ظاہر ہے کہ جو شخص ان تمام متفرق ہدایتوں کو اپنے اندر جمع کریگا اس کا وجود ایک جامع وجود ہو جائیگا اور تمام نبیوں سے وہ افضل ہوگا پھر جو شخص اس نبی جامع الکمالات کی پیروی کریگا ضرور ہے کہ ظلی طور پر وہ بھی جامع الکمالات ہو۔ پس اس دعا کے سکھلانے میں جو سورہ فاتحہ میں ہے یہی بات ہے کہ کاملین امت جو نبی جامع الکمالات کے پیرو ہیں وہ بھی جامع الکمالات ہو جائیں پس افسوس ان لوگوں پر جو اس امت کو ایک مردہ امت خیال کرتے ہیں اور خدا تو جامع الکمالات ہونے کے لئے ان کو دعا سکھلاتا ہے مگر وہ محض مردہ رہنا چاہتے ہیں ان کے نزدیک یہ بڑے گناہ کی بات ہے کہ مثلاً کوئی یہ دعویٰ کرے کہ میرے پر بھی ابن مریم کی طرح وحی نازل ہوتی ہے۔ ان کے نزدیک ایسا شخص کافر ہے کیونکہ قیامت تک خدا کے مکالمہ اور مخاطبہ کا دروازہ بند ہے تعجب کہ یہ لوگ اس قدر تو مانتے ہیں کہ اب بھی خدا تعالیٰ سنتا ہے جیسا کہ پہلے سنتا تھا مگر یہ نہیں مانتے کہ اب بھی وہ بولتا ہے جیسا کہ پہلے بولتا تھا لا اگر وہ اس زمانہ میں بولتا نہیں تو پھر سننے پر بھی کوئی دلیل نہیں خدا تعالیٰ کی صفات کو معطل کرنیوالے سخت بدقسمت لوگ ہیں اور درحقیقت یہ لوگ اسلام کے دشمن ہیں ختم نبوت کے ایسے معنے کرتے ہیں جس سے نبوت ہی باطل ہوتی ہے کیا ہم ختم نبوت کے یہ معنے کر سکتے ہیں کہ وہ تمام برکات جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی سے ملنی چاہئیں تھے وہ سب بند ہو گئے اور اب خدا تعالیٰ کے مکالمہ مخاطبہ کی خواہش

تو یہ لوگ جو مولوی کہلاتے ہیں ہمارے سید و مولیٰ خیر الرسل و افضل الانبیاء آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک کرتے ہیں جبکہ کہتے ہیں کہ اس امت میں عیسیٰ بن مریم کا مثیل کوئی نہیں آ سکتا تھا اس لئے ختم نبوت کی مہر کو توڑ کر اسی اسرائیلی عیسیٰ کو کسی وقت خدا تعالیٰ دوبارہ دنیا میں لائیگا اور اس اعتقاد صرف ایک گناہ نہیں بلکہ دو گناہ کے مرتکب ہوتے ہیں (ا) یہ انکو یہ اعتقاد رکھنا پڑتا ہے کہ جیسا کہ ایک بندہ خدا کا عیسیٰ نام جسکو عبرانی میں یسوع کہتے ہیں۔ تیس برس تک موسیٰ رسول اللہ کی شریعت کی پیروی کر کے خدا کا مقرب بنا اور مرتبہ نبوت پایا اس کے مقابل پر اگر کوئی شخص بجائے تیس برس کے پچاس برس بھی آنحضرت صلعم کی پیروی کرے تب بھی وہ مرتبہ نہیں پا سکتا گویا آنحضرت صلعم کی پیروی کوئی کمال نہیں بخش سکتی اور خیال نہیں کرتے کہ اس صورت میں لازم آتا ہے کہ خدا کا یہ دعا سکھلانا کہ صراط الذین انعمت علیھم [illegible] دینا ہے اور انکا اعتقاد ہے کہ باوجود اسکے کہ وہ خاتم الانبیاء [illegible] اور وہی آخری نبی [illegible] اور نہیں سمجھتے کہ اس پیشگوئی سے خدا کا تو یہ مقصود تھا کہ جیسا کہ اسی امت میں مثیل موسیٰ پیدا ہوا ہے ایسا ہی اسی امت میں مثیل عیسیٰ بھی پیدا کرے [illegible]